اَلْفَوَاحِشَ اور زنا میں فرق

قرآنِ مجید نے انسانیت اور اہل ایمان کو ابلیس کے نقش قدم پر چلنے سے منع فرماتے ہوئے اس کے متعلق بتایا ہے

وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

''اور یہ کہ شیطان کے (بہکاوے میں آ کر اس کے) نقش قدم پر مت چلو'' (حوالہ البقرۃ۔۱۶۸)

إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ

''وہ تمہیں صرف برائی (السُّوٓءِ) اور بے حیائی (الْفَحْشَآءِ) کی تلقین کرتا ہے''

وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

''اور ترغیب دیتا ہے کہ اللہ کی نسبت لوگ وہ بات کہیں جس کا انہیں علم نہیں'' (حوالہ البقرۃ۔۱۶۹)

وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ

''اور وہ شیطان تمہیں فحاشی کی تلقین کرتا ہے'' (حوالہ البقرۃ۔۲۶۸)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ

''اے ایمان لانے والو! شیطان کے (بہکاوے میں آ کر اس کے) نقش قدم پر مت چلو

وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ

اور جو کوئی بھی شیطان کے قدموں کی پیروی پر چلتا ہے

فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۚ

تو وہ تو صرف بے حیائی اور برائی کی تلقین کرتا ہے'' (سورۃ النور۔۲۱)

ہمارا ادراک ہے کہ فحاشی ایک فعل ہے اور دانستہ فعل/عمل خواہش/ارادے کے زیر اثر انجام پاتا ہے

وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ

(آپ ﷺ بتائیں جو اللہ نے حرام کیا ہے) ''اور ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کی باتوں کے تم لوگ قریب نہ جاؤ'' (حوالہ الانعام۔۱۵۱)

اور انسانوں میں سے جو لوگ نازل کردہ کو نہیں مانتے ان کیلئے شیاطین ہیں جنہیں وہ اپنے اولیاء بنا لیتے ہیں اور اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ان کی فحاشی کے بارے میں سوچ، رویئے اور روش کے متعلق سورۃ الاعراف کی آیت ۲۸ میں بتایا:

وَإِذَا فَعَلُواْ فَـٰحِشَةً قَالُواْ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ ءَابَآءَنَا وَٱللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا

''اور جب وہ فحاشی (بے حیائی) کا کوئی فعل کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے '

قُلْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ٥

آپ (ﷺ) کہہ دیں ''اللہ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ سے وہ باتیں منسوب کرتے ہو جو تم نہیں جانتے؟''

اللہ تعالیٰ کی بجائے جن لوگوں نے شیاطین کو اپنے اولیاء کے طور پر اختیار کر لیا ہے اپنے تئیں گمان کرتے ہیں کہ راہ پر ہیں اور وہی لوگ شیطان کی ترغیب کے زیر اثر ایسی باتیں کہتے ہیں جن کا انہیں علم بھی نہیں۔ ایسے لوگوں کو یہ بتانے کیلئے فرمایا

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (حوالہ الاعراف۔۳۳)

''آپ (ﷺ) کہہ دیں ''میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے چاہے جو ان میں ظاہر ہوں اور جو چھپی ہوں''

وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْىِ

''اللہ تو منع کرتا ہے بے حیائی اور ناپسندیدہ بات اور سرکشی سے'' (حوالہ النحل۔۹۰)

متقین کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے

وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَـٰحِشَةً

''اور وہ جب (کبھی) بے حیائی کا فعل کر بیٹھیں''

ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ

(تو ان کی روش یہ ہے) ''تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں

وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ

(صحیح کرتے ہے کیونکہ) اور اللہ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟

وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

اور جان بوجھ کر اس سے مانوس نہیں ہو گئے (بندھ نہیں گئے، عادت نہیں بنالی) جو فعل انہوں نے کیا'' (حوالہ آل عمران۔۱۳۵)

'' يُصِرُّوا '' (جمع مذکر غائب مضارع منفی بمعنی ماضی۔ مادہ ''ص رر'') کے بنیادی معنی باندھنے کے ہیں۔ کسی شئے کو مانوس کرنا یا کسی

شئے سے مانوس ہو جانا، اس شئے کو باندھنا یا اس شئے سے بندھ جانا ہی ہوتا ہے۔ انسان سے فعل نادانستہ بھی سرزد ہوتا ہے لیکن ایک مرتبہ ہو جانے کے بعد یاداشتوں پر نقش ہو جاتا ہے۔ اس فعل کو من وعن دہرانا فعل نہیں کہلائے گا بلکہ عمل ہوگا اور عمل ہمیشہ دانستہ ہوتا ہے۔ کسی بھی فعل کو عمل کا روپ دینا اپنے آپ کو اس فعل سے باندھنا اور اس سے بندھ جانا ہے۔ قرآنِ مجید کے بیان اور الفاظ کی لطافت، نفاست اور نزاکت کو پیش کرنے پر مجھے قدرت نہیں۔ آپ خود غور فرما کر اسے محسوس کریں۔ برا فعل اور عمل یا تو حالت غفلت میں ہوسکتا ہے یا پھر سینے، شکم اور زیرناف کی کسی بھوک کو مٹانے اور خواہش کی تسکین کے جذبے کے زیر اثر اور اس سے مغلوب ہونے پر وجود پذیر ہوتا ہے۔ برا فعل ایک متقی، عالم، دانا و بینا، صاحب علم و بصیرت سے بھی سرزد ہوسکتا ہے اور اس سے بھی جو علم نہیں رکھتا، عقل و فہم کا کمزور ہے، جاہل و گنوار ہے۔ جذبات کے زیر اثر غلط کام دو طرح سے وقوع پذیر ہوسکتے ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ جذبات کی طغیانی میں بہہ کر کوئی غلط کام اچانک سرزد ہو جائے **(on the spur of a moment or instinctively)** اور دوسری صورت یہ ہے کہ دل کی خواہش اور جذبات کی تسکین کیلئے کسی غلط کام کو سوچ سمجھ کر دانستہ کرنا۔ متقین اپنے گناہ کا فوراً احساس کر کے معافی مانگتے ہیں

إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٍ

''ہاں! یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے جو برا عمل جذبات سے مغلوب ہو کر کر گزرتے ہیں

ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُوْلَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ

اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے'' (حوالہ النساء۔۱۷)

أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهَٰلَةٍ

(یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے) کہ اگر تم میں سے کوئی جذبات سے مغلوب ہو کر برا عمل کر بیٹھا ہو

ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُۥ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

بعد ازاں توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو وہ معاف کر دیتا ہے اور بہت رحم کرنے والا ہے'' (حوالہ الانعام۔۵۴)

اعلیٰ کردار کے حامل اہل ایمان اور عمدہ طرز عمل اختیار کرنے والوں کے بارے میں بتایا

وَٱلَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَٰٓئِرَ ٱلْإِثْمِ وَٱلْفَوَٰحِشَ

''اور جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں'' (حوالہ الشوریٰ۔۳۷)

ٱلَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَٰٓئِرَ ٱلْإِثْمِ وَٱلْفَوَٰحِشَ إِلَّا ٱللَّمَمَ

''وہ لوگ بڑے گناہوں اور فحاشی والے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں بجز معمولی فحش غلطیوں کے

(جو بعض سے کبھی کبھار محفل یا تنہائی میں سرزد ہو جاتی ہیں)'' (سورۃ النجم۔۳۲)

اہل بیت کے علاوہ تمام انسانوں کیلئے ٱلۡفَوَٰحِشَ کا تعلق زیادہ تر جسم کے زیرناف حصے کی مشغولیات سے ہے۔قرآنِ مجید میں سب سے پہلے جس فعل کو ٱلۡفَٰحِشَةَ قرار دیا وہ یہ ہے

وَٱلَّـٰتِى يَأۡتِينَ ٱلۡفَـٰحِشَةَ مِن نِّسَآٮِٕكُمۡ

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں فحاشی کی طرف آئیں

فَٱسۡتَشۡهِدُواْ عَلَيۡهِنَّ أَرۡبَعَةً مِّنكُمۡ‌ۖ

تو ان عورتوں پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو

فَإِن شَهِدُواْ

پھر اگر چار آدمی گواہی دے دیں

فَأَمۡسِكُوهُنَّ فِى ٱلۡبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّٮٰهُنَّ ٱلۡمَوۡتُ

تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ موت انہیں تم سے الگ کر دے

أَوۡ يَجۡعَلَ ٱللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلاً ○

یا اللہ ان کیلئے کوئی اور سبیل نکالے'' (النساء۔۱۵)

وَٱلَّذَانِ يَأۡتِيَـٰنِهَا مِنكُمۡ فَـَٔاذُوهُمَا‌ۖ

''اور تمہارے میں سے جو دو مرد آئیں اس ٱلۡفَـٰحِشَةَ کی طرف تو ان دو مردوں کو اذیت دو۔

فَإِن تَابَا وَأَصۡلَحَا فَأَعۡرِضُواْ عَنۡهُمَآ‌ۗ

پھر اگر وہ دو مرد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان دونوں سے اعراض برتو (پیچھا چھوڑ دو)'' (حوالہ النساء۔۱۵)

سورۃ النساء کی ان دو آیات کے بارے میں مفسرین کے ایک گروپ کا یہ کہنا ہے کہ ''ان دونوں میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت صرف زانیہ عورتوں کے متعلق ہے اور ان کی سزا یہ ارشاد ہوئی ہے کہ انہیں تا حکم ثانی قید رکھا جائے۔ دوسری آیت زانی مرد اور زانیہ عورت کے بارے میں ہے کہ دونوں کو اذیت دی جائے یعنی مارا پیٹا جائے، سخت سست کہا جائے اور ان کی تذلیل کی جائے۔ زنا کے متعلق یہ ابتدائی حکم تھا۔ بعد میں سورۃ النور کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں مرد اور عورت دونوں کیلئے ایک ہی حکم دیا گیا کہ انہیں سو سو کوڑے لگائے جائیں''۔ (حوالہ تفہیم القرآن)

اس خیال کو معمولی دھیان سے پڑھنے اور آیت مبارکہ کے الفاظ کو ایک نظر دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بے وزن، کمزور اور تضاد بھرا خیال ہے۔ آیت ۱۵ کے صیغے جمع مؤنث ہیں اور اس میں اَلْفَـٰحِشَةَ فعل میں کسی مذکر کے شامل ہونے کا بعید اشارہ بھی نہیں۔ اور دوسری آیت میں تمام صیغے تثنیہ مذکر غائب کے ہیں۔ نیز ''زانیہ عورت'' کی سزا کے بارے میں بیک وقت دو مختلف اور متضاد باتیں کیسے کہی جاسکتی ہیں؟ پہلی آیت میں کہا گیا کہ انہیں گھروں میں محدود کرو اور دوسری میں کہا ہو کہ مارو پیٹو اور تذلیل کرو!

سورۃ النساء کی ان دو آیات مبارکہ میں لفظ 'زنا' استعمال ہی نہیں ہوا۔ ہر زمان و مکان کے انسانی معاشرے کو معلوم ہے کہ زنا کے کیا معنی ہیں۔ نکاح یا کسی بھی معاشرے کے مروجہ شادی کے بندھن سے باہر اگر مرد اور عورت باہمی رضامندی سے جنسی فعل کرتے ہیں تو وہ زنا (intercourse; means interaction,association) کہلاتا ہے۔ کسی معاشرے اور کسی بھی زبان میں اس فعل کو بیان کرنے کیلئے مثال، استعارے، تشبیہ، کنائے کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی یہاں تک کہ اجنبی مرد اور عورت بھی اس موضوع پر بات کرتے ہوئے لفظ ''زنا'' استعمال کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے اور اسے بیان کرنے کیلئے عموماً اشاروں، کنایوں سے کام نہیں لیتے۔ اس بات کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ سورۃ الممتحنۃ کی آیت ۱۲ میں مومن عورتوں سے لی جانے والی بیعت میں یہ الفاظ شامل ہیں ''وَ لَا يَزْنِينَ'' اور وہ زنا کی مرتکب نہیں ہوں گی''۔

قرآنِ مجید میں زنا کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا۟ ٱلزِّنَىٰٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَـٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿٣٢﴾

''اور زنا کے قریب مت جاؤ۔ بے شک یہ فحش اور معیوب راستہ ہے'' (سورۃ الاسراء۔۳۲)

جنسیات میں زنا آخری مرحلے کا نام ہے جس میں فُرُوج (مرد اور عورت کی شرمگاہیں، sex organs, genitalia) باہمی رضامندی (association) سے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اس مرحلے، مقام تک پہنچنے سے قبل ایک طویل فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ آیت مبارکہ میں قربِ زنا سے منع فرماتے ہوئے اس تک پہنچنے کو فَٰحِشَةً اور معیوب راستہ قرار دیا گیا ہے۔ ''سَبِيلًا'' کے متعلق جناب راغب لکھتے ہیں کہ اس کا استعمال ہر اس شئے کیلئے ہوتا ہے جس کے ذریعہ کسی شئے تک پہنچا جاسکے۔ یہ لفظ مذکر استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی۔ زنا تک پہنچانے والی تمام کوششیں، مراحل، اقدام فَٰحِشَةً میں شمار ہوں گے۔ زنا کو فحاشی قرار دیا گیا ہے تو اس کا یہ مفہوم طے نہیں ہو جاتا کہ ''فحاشی لازماً زنا ہے'' یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ فَٰحِشَةً کو زنا نہیں کہا گیا۔ دانستہ کی ہوئی ہر وہ بات فحاشی کے زمرے میں آئے گی جو انسان کے جنسی نظام میں تحریک پیدا کرنے سے لے کر فُرُوج (genitalia) کے کسی طرح بھی استعمال

(اکیلے یا دوسرے کے ذریعے) میں شمار ہوتی ہو۔ صرف منکوحہ خاوند بیوی کا خوابگاہ، تنہائی میں ایک دوسرے سے جنسی سکون اور نطفے کو امانت کے طور پر سونپے جانے والے مقام سے فروج کا ملاپ فحاشی کے زمرے میں نہیں آتا۔اہل ایمان کو واضح کر دیا گیا ہے کہ جنسی خواہشات کی تسکین کیلئے بتائے گئے طریقہ کار (مرد عورت کا نکاح کے بعد بتائے گئے طریقہ، آداب اور تقدس سے حقوق زوجیت کی ادائیگی) کے علاوہ کے خواہش مند متعین حدود سے نکلنے والے ہیں۔فرمایا فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ "مگر جس نے اس ایک کے علاوہ ڈھونڈا فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ o تو وہ حد سے نکلنے والے ہیں"۔ (المومنون۔۷اور المعارج۔۳۱)

قرآنِ مجید اپنے الفاظ، اصطلاحوں اور احکام کے متعلق معنی اور مفہوم طے کرنے کو دوسروں کی صوابدید پر نہیں چھوڑتا۔سورۃ النساء کی آیت ۱۵۔۱۶ میں جس فعل کو ٱلْفَـٰحِشَةَ کہا گیا ہے اس کی انتہائی کھلے الفاظ میں وضاحت سورۃ الاعراف کی آیت ۸۰،۸۱، الشعراء کی ۱۶۵۔۱۶۶، النمل کی ۵۴ اور العنکبوت کی آیت ۲۸ میں ہے۔(مونث اور مذکر کے صیغوں کے فرق کے ساتھ الفاظ کی مماثلت پر نگاہ ڈالیں)

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَـٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾

"اور لوط (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم سے کہا "تم اس فحاشی کی طرف آتے ہو
جس کی طرف تم سے قبل جہاں میں کوئی ایک قوم بھی نہیں آئی"۔

اور یہ" ٱلْفَـٰحِشَةَ" کیا تھی جس کی طرف وہ آتے تھے؟ اس کے متعلق لوط علیہ السلام نے کہا تھا:

إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٨١﴾ (الاعراف۔۸۰۔۸۱)

"تم مرد اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔تم بیشک حد سے نکل جانے والے لوگ ہو"۔

أَتَأْتُونَ ٱلذُّكْرَانَ مِنَ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿١٦٥﴾

" کیا ساری دنیا میں تم ہی ہو جو مردوں کے پاس آتے ہو

وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَٰجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ (الشعراء۱۶۵۔۱۶۶)

اور تمہارے رب نے جو بیویاں تمہارے لئے پیدا کی ہیں انہیں چھوڑ دیتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکلنے والے لوگ ہو"۔

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَـٰحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾

"اور لوط (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم سے کہا " کیا تم کھلے عام بے حیائی (ٱلْفَـٰحِشَةَ) کے کام کرتے ہو؟

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾

کیا تم اپنی جنسی مستی کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو؟ بیشک تم جذبات میں بہنے والی قوم ہو'۔ (سورۃ النمل ۔۵۴۔۵۵)

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾

'اور لوطؑ نے جب اپنی قوم سے کہا'' تم بلا شبہ وہ فحاشی کرتے ہو جس کی طرف تم سے قبل جہاں میں کوئی ایک قوم بھی نہیں آئی' (العنکبوت ۲۸)

سورۃ النساء کی آیت ۱۵ میں يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ اور قوم لوط علیہ السلام کے متعلق أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ سے واضح ہو جاتا ہے کہ عورتوں کے آپس میں اور مردوں کے آپس میں کس قسم کی '' الْفَاحِشَةَ ''میں ملوث ہونے کے بات کی گئی ہے۔لوط علیہ السلام کی قوم ظاہر ہے صرف مردوں پر مشتمل نہ تھی ان میں عورتیں بھی تھیں۔لوط علیہ السلام اور ایمان والوں کو وہاں سے نکال لینے کے بعد مردوں عورتوں سمیت تمام قوم پر عذاب نازل کیا گیا جس سے واضح ہے کہ جب لوط علیہ السلام قوم کو اس 'فحاشی' میں مبتلا ہونے کے بارے میں کہتے ہیں تو اس میں عورتیں شامل ہیں یعنی وہ بھی جنسی پیاس بجھانے کے لئے مردوں کے پاس جانے کے فطرتی راستے کی بجائے دوسرے طریقے اپناتی تھیں۔ اس سے واضح ہوا کہ زنا بلا شبہ فحاشی ہے لیکن دو مردوں یا دو عورتوں کے آپس میں ہم جنسی سے لطف اٹھانے کی فحاشی کو زنا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سورۃ النساء کی آیت ۱۵ میں ایسی عورتوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جنہیں مغرب میں **Lesbians** (ہم جنس پرست عورتیں) کہا جاتا ہے کہ اگر کھلم کھلا فحاشی کی اس حد تک مرتکب ہوں کہ ان کی اس عادت کے متعلق چار گواہ بھی میسر آ جائیں تو گھروں میں پابند کر دیا جائے حتیٰ کہ موت انہیں معاشرے سے الگ کر دے یا اللہ ان کیلئے کوئی راہ مقرر کر دے (اس عادت سے چھٹکارا پالیں)۔اور اگر دو مرد ہم جنس پرستی میں ملوث پائیں جائیں تو انہیں اذیت دینے (معاشرہ جو بھی تعزیراتی قوانین کے تحت مقرر کر لے) اور شرمندہ کرنے کا حکم دیا گیا اور جب اس فعل سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو اس کے بعد ان سے اعراض برتنے کا کہا گیا۔اس فعل میں ملوث پائے جانے والے دو مردوں کو سزا دینے کے لئے چار گواہوں کی شرط نہیں رکھی گئی۔موجودہ 'ترقی یافتہ' دور میں بھی کسی طبی معائنے کے ذریعے یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ دو عورتیں 'ہم جنسی' میں ملوث ہوئی ہیں جب کہ عام سے معائنہ سے بھی دو مردوں کے سلسلہ میں یہ بات ثابت ہو جائے گی۔غیر فطری طریقے سے دو مردوں کے آپس میں 'جنسی روابط' میں ملوث ہونے کی سزا اذیت دینا ہے اور توبہ اور اصلاح کر لینے کی صورت میں مزید باز پرس سے اعراض کرنا بتائی گئی۔

وَالَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا ۖ ''اور تمہارے میں سے جو دو مرد آئیں اس الْفَاحِشَةَ کی طرف تو

ان دومردوں کواذیت دو''۔''فَـٔاذُوۡهُمَا'' کامادہ ''اذیٰ'' ہے۔حیض کے متعلق بھی لوگوں کو یہ بتایا گیا کہ وہ ''أَذًی'' ہے جس کے معنی کسی چیز کا طبیعت پر ناگوار گزرنا، ناخوشگوار، ناگوارسی بات، ذراسی بے چینی، خفیف سی تکلیف ہے

مَّرِيضًا أَوۡ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأۡسِهِۦ ''تم میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو''(حوالہ البقرۃ۔۱۹۶)

لَن يَضُرُّوكُمۡ إِلَّآ أَذًىۖ ''وہ تمہیں معمولی دکھ، تکلیف، دینے کے سوا کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے'' (حوالہ آلِ عمران۔۱۱۱)

قرآن مجید کے ''ایذا'' کے بیان کردہ معنی کی روشنی میں ہر کوئی فیصلہ کرسکتا ہے کہ کیا اس سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد ''آگ میں جلا دینا'' یا ''رجم، پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا'' ہے۔غور طلب بات ہے کہ آگ میں جلا دینے یا پتھروں سے ہلاک کر دینے کی سزا تجویز کرنے اور دینے والوں کے لئے توبہ کا وقت تو ہوسکتا ہے لیکن اس جرم کے گنہگاروں کو کیا توبہ اور اصلاح کا موقع بعد از مرگ مل سکتا ہے؟ لوط علیہ السلام کی قوم اجتماعی طور پر کھلے عام اس فحاشی میں مبتلا تھی اس لئے اللہ کی جانب سے دی گئی سزا کو دومردوں یا دوعورتوں کی انفرادی فحاشی کیلئے مثال نہیں بنایا جاسکتا۔ قرآنِ مجید سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گزرے زمانوں میں رجم کر دینے کی بات مختلف قوموں کے کفر کرنے والے لوگوں نے رسولوں سے کہی تھی لیکن کتابِ لاریب نے رجم کر دینے کی بات اس وقت کے عرب کے کفار سے منسوب نہیں کی۔کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اہل حجاز کے ہاں ''رجم'' کا تصور بھی نہیں تھا؟

سورۃ النساء کی آیت ۲۲ میں حکم دیا ''اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو مگر جو (قرآنِ مجید کے نزول سے) پہلے ہو چکا سو ہو چکا'' اور بتایا إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَمَقۡتًا وَسَآءَ سَبِيلًا ۝ ''درحقیقت یہ بے حیائی اور ناپسندیدہ ہے اور برا چلن ہے''۔ عرب معاشرے میں جو کچھ ماضی میں ہوتا رہا تھا اسے کھلم کھلے الفاظ میں بتا دیا گیا ہے۔

فحاشی انتہائی ناپسندیدہ ہے۔فرمایا

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلۡفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحاشی پھیلے

لَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأَخِرَةِۚ

ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے''(حوالہ سورۃ النور۔۱۹)

بہتان پر مبنی فحش باتوں اور معاملات کی تشہیر اور ہر اس بات سے جو اس کی ترغیب کا سبب بنے منع فرمایا گیا۔ ایسے لوگوں کیلئے عذاب الیم دنیا میں بھی ہے اس لئے یہ معاشرے میں یہ قابل گرفت تعزیری جرم ہے اور سزا کا تعین کرنا اسلامی حکومت کا کام۔

فحاشی کا تعلق بنیادی طور پر آنکھوں اور شرم گاہوں سے ہے۔ آقائے نامدار ﷺ سے فرمایا کہ اہل ایمان کیلئے حکمت جاری کریں

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا۟ مِنْ أَبْصَـٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوا۟ فُرُوجَهُمْ ''آپ (ﷺ) مومن مردوں سے کہیں کہ اپنی بصارتوں میں کمی کریں (focus نہ رہنے دیں) اور اپنی شرم گاہوں (فروج) کی حفاظت کریں''۔ (حوالہ النور۔۳۰)

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَـٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَـٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ''اور آپ (ﷺ) مومن عورتوں سے کہیں کہ اپنی بصارتوں میں سے کمی کریں (بیباک، focus نہ رہنے دیں) اور اپنی شرم گاہوں (فروج) کی حفاظت کریں'' (حوالہ النور ۳۱)۔ ''بصارتوں کی بیباکی'' اور ''فروج کی حفاظت'' کی آپس میں گہری مناسبت ہے کہ ایک سے ابتدا ہے اور دوسری سے منتہا۔

انسان کے جسم میں جنسی عمل کی ابتدا کیلئے خارج سے محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ صوتی لمس اور مہک کا اشارہ (signal) بھی جنسی تحریک کا سبب بن سکتا ہے مگر بصارتوں (visual) سے جسم کے اندرونی نظام کو ملنے والا اشارہ (sexual signal) تیز ہوتا ہے۔ ''فُرُوج'' کا مادہ ''ف ر ج'' ہے اور اس کے معنی مرد اور عورت کی شرمگاہ، یعنی ٹانگوں کے مابین جنسی اعضاء (sex organs, genitalia) بصارتوں کو بیباک ہونے سے بچایا جائے گا تو ''فروج'' کی حفاظت ممکن ہو سکے گی وَلَا تَقْرَبُوا۟ ٱلزِّنَىٰٓ ''اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ'' يَعْلَمُ خَآئِنَةَ ٱلْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى ٱلصُّدُورُ ﴿١٩﴾ ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینوں میں چھپا ہے'' (سورۃ غافر۔۱۹)۔ ''آنکھوں کی خیانت'' جنسی سرور اور لذت کے آغاز (excitement) کا سبب بنتی ہے۔ یہ فحاشی کی ابتدا ہے۔ ''شرم گاہ کی حفاظت'' کا مفہوم زنا سے اجتناب کرنے تک محدود نہیں بلکہ اجازت دیئے گئے انداز سے ہٹ کر کسی بھی دوسرے طریقے سے ان (فروج۔genitalia) کے استعمال سے اجتناب برتنا درحقیقت حفاظت ہے۔ یہ اس بات سے بھی واضح ہے کہ فلاح پانے والے مومن (مرد اور عورت) انہیں قرار دیا گیا جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَـٰفِظُونَ ﴿٥﴾ ''وہ (مومن مرد عورتیں) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (المومنون۔۵ اور المعارج۔۲۹)۔ اور اس ''حفاظت'' سے استثناء زوج (خاوند، بیوی) کو ہے۔

لیکن ابلیس کی خواہش اور کوشش ہے کہ فحاشی پھیلے۔ انسان کو شیطان فحاشی اور برائی پر مائل کرنا چاہتا ہے۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے ذریعے اہل ایمان کو سورۃ العنکبوت کی آیت ۴۵ میں بتایا گیا کہ فحاشی سے بچنے کیلئے ڈھال نماز ہے

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ

''بیشک نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے''

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِ ۖ (حوالہ مریم۔۵۹)

''پھر ان کے بعد ان کی جگہ وہ لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ظائع کر دیا اور (جنسی اور دوسری) خواہشوں کے پیچھے چل پڑے''۔

ٱلشَّهَوَٰتِ کا مادہ ''ش ھ و'' ہے اور اس کے معنی کسی چیز کی خواہش کرنا، اسے چاہنا، رغبت کرنا، طبیعت کا میلان ہونا ہیں۔اس میں جنسی میلان شامل ہے اور ان معنوں میں شَهْوَةً سورۃ الاعراف کی ۸۱ اور النمل کی آیت ۵۵ میں آیا ہے۔

قرآنِ مجید نے ابلیس کے متعلق بتایا ہے

إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ

''وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کی تلقین کرتا ہے'' (حوالہ البقرۃ۔۱۶۹)

اللہ تعالٰی نے یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا

كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ ٱلسُّوٓءَ وَٱلْفَحْشَآءَ ۚ

''اور یہ اس لئے کہ ہم ان سے برائی اور فحاشی کو پھیر دیں

إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا ٱلْمُخْلَصِينَ ۝

بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے'' (حوالہ سورۃ یوسفؑ۔۲۴)

ابلیس نے انسانوں کو بہکانے کی خواہش اور مصمم ارادے کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کیا تھا کہ ''میں سب کو بہکاؤں گا إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ سوائے تیرے بندوں کے جو ان میں مخلص ہوں گے'' (ایک جیسے الفاظ الحجر ۴۰ اور سورۃ صٓ۔۸۳)۔یوسف علیہ السلام کے قریب برائی (ٱلسُّوٓءِ) اور فحاشی نہیں آسکتی تھی کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالٰی کی شہادت یہ ہے یقیناً مخلص بندوں میں سے تھے۔

اس سے واضح ہے کہ قرآنِ مجید نے ٱلسُّوٓءَ کو ٱلْفَحْشَآءَ سے ممیّز کیا ہے لیکن سورۃ الفرقان میں زنا کو ٱلسُّوٓءَ میں شمار کر کے اسے بھی متمیز فرمایا ہے۔قرآنِ مجید نے عباد الرحمٰن کی دوسری صفات کے ساتھ ایک صفت یہ بتائی ہے وَلَا يَزْنُونَ ۚ ''اور وہ زنا نہیں کرتے'' وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ ''اور جو کوئی یہ فعل کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا'' (حوالہ الفرقان۔ ۶۸) يُضَٰعَفْ لَهُ ٱلْعَذَابُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِۦ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ ''اور قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھایا جائے گا اور وہاں ہمیشہ ذلت میں رہے گا''۔اور ان تمام برائیوں کے متعلق جن میں زنا شامل ہے فرمایا

إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ

''سوائے اس کے جس نے توبہ کرلی اور ایمان لایا اور درست عمل کیئے تو ایسوں کی برائیوں (سَیِّئَاتِ) کو اللہ بھلائیوں میں بدل دے گا''

(حوالہ الفرقان۔۷۰)

زنا فحاشی کے بغیر نہیں ہوسکتا لیکن زنا کے بغیر فحاشی ہوسکتی ہے۔انسان کے جسم کے اندر''جنسی عمل'' کی شروعات کیلئے خارج سے دانستہ یا غیر دانستہ محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔مرد کے جنسی عضو میں دماغ کے''شریفانہ طرز عمل''(brain's inhibitory control) کی بناء پر عام حالات میں تناؤ پیدا کرنے والا نظام متحرک نہیں ہوتا۔اس لئے اگر دماغ کے اس کنٹرول کو اچانک ہٹادیا جائے تو مرد کے عضو تناسل میں ابھار پیدا ہوجاتا ہے جیسے پھانسی پر لٹکائے جانے پر مردوں کا عضو تناسل یکلخت کھڑا (spontaneous erection) ہو جاتا ہے۔ نکاح کے بغیر ایک مرد اور عورت کا اپنے فُروج (genitalia, penis and vagina) کا باہمی رضامندی اور خواہش سے ملاپ کرانا زنا کہلاتا ہے۔اگر عورت اور مرد کے مابین باہمی رضامندی سے یہ ملاپ نہیں بلکہ اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے انداز سے جنسی لطف وسرور کی ابتدا سے آخری منزل (ejaculation and orgasm) تک بھی پہنچتے ہیں تو اسے زنا نہیں کہا جاسکتا وہ الفواحش کے زمرے میں ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ مرد اور عورت کے جسم کے اندر جنسی نظام خودکار (built in mechanism) ہے اس نظام کو کسی مرد یا عورت کی اپنی رضامندی کے بغیر بھی دوسرا فریق زبردستی متحرک کرسکتا ہے۔اگر کوئی ایک یا چند مرد عورت کی رضامندی کے بغیر اس کے ساتھ زبردستی پیش آئیں گے تو اس کے جسم کا جنسی نظام اس کی مرضی کے بغیر بھی متحرک ہوجائے گا اور وہ بھی جنسی فعل کی منتہا (Orgasm) تک پہنچ سکتی ہے۔کیا اس عورت کو''زانیہ'' کہا جاسکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔زنا ایک مرد اور عورت کی باہمی رضامندی، شوق اور خواہش سے دانستہ اپنے جنسی نظام کو متحرک کرکے فروج کے ملاپ کرانے کا نام ہے اس لئے''زنا'' کے ملزم ہمیشہ دو نامزد ہوں گے۔کسی ایک مرد یا ایک عورت پر انفرادی طور پر''زنا'' کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا جن پر حد کا قانون لاگو ہوتا ہے۔چار گواہوں کی عدم موجودگی میں کسی بھی غیر شادی شدہ عورت پر محض حاملہ ہونے کی بناء پر''زنا'' کی فرد جرم نہیں لگائی جاسکتی اس لئے اس پر''حد'' کا اطلاق نہیں ہوگا۔

فحاشی اور زنا کسی بھی معاشرے کیلئے انتہائی حساس معاملہ ہے۔حکم دیا

وَٱلَّٰتِي يَأْتِينَ ٱلْفَٰحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمْ ''تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں فحاشی کی طرف آئیں''۔

فَٱسْتَشْهِدُواْ عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ تو ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو فَإِن شَهِدُواْ اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي ٱلْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّىٰهُنَّ ٱلْمَوْتُ تو ان کو گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ

موت انہیں تم سے الگ کردے أَوۡ يَجۡعَلَ ٱللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلٗا ٥ یا اللہ ان کیلئے کوئی اور سبیل نکالے' (النساء۔۱۵)

وَٱلَّذَانِ يَأۡتِيَـٰنِهَا مِنكُمۡ فَـَٔاذُوهُمَاۖ ''اورتمہارے میں سے جو دو مرد آئیں اس ٱلۡفَـٰحِشَةَ کی طرف تو ان دو مردوں کوایذاء پہنچاؤ''۔عورتوں کے مابین فحاشی کے عمل (homosexual, Lesbians) کواس کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد کسی میڈیکل ٹسٹ کے ذریعے حتمی انداز میں ثابت نہیں کیا جاسکتا۔عورتوں پر فحاشی (زنا نہیں) کی مرتکب ہونے کی الزام تراشی اور بہتان بازی کی راہ کو مسدود کرنے کیلئے چار انسانوں کی آنکھوں کی شہادت (شاہد وہ ہے جو حاضر، موجود ہوتا ہے) کی شرط عائد کی گئی ہے باہمی طور پر ''فحاشی'' کے مرتکب ہونے والے دو مردوں کیلئے چار گواہوں کی شرط نہیں ہے۔دو مردوں کے مابین وقوع پذیر ہوئی ''فحاشی'' کا حتمی ثبوت عام سے معائنے سے بھی مل جاتا ہے۔جن عورتوں کے متعلق چار گواہوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ باہمی طور پر فحاشی میں مرتکب ہوتی ہیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں محدود کرنے کا حکم ہے جس سے ان کے دوسری عورتوں سے ملنے پر پابندی کی وجہ سے امکان پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ اس عادت سے چھٹکارا پالیں۔فحاشی کے مرتکب دو مردوں کوایذاء کی سزا بتائی گئی ہے۔

لیکن اگر عورت رضامندی یا جبری طور پر بغیر رضامندی کے مرد کے ساتھ جنسی عمل (intercourse) میں ملوث ہوئی ہے تو یہ بات دوسرے دن بھی میڈیکل ٹسٹ سے حتمی اور یقینی انداز میں ثابت کی جاسکتی ہے۔ لیکن سبحان اللہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے کہ آنکھوں کی شہادت کے علاوہ کسی بھی بات کو ثبوت کی حیثیت نہیں دی گئی کیونکہ عورت کے جسم کے اندر مرد کے مادہ منویہ کو جنسی فعل کے بغیر بھی زبردستی پھینکا جاسکتا ہے۔ عورتوں کے خلاف فحاشی اور زنا دونوں کیلئے گواہی چار انسانوں کی ہے اس لئے سورۃ النور کی ابتدا ہی میں واضح کردیا کہ ان احکام کو ہمیشہ کیلئے معین کردیا ہے ،فرمایا

سُورَةٌ أَنزَلۡنَـٰهَا وَفَرَضۡنَـٰهَا وَأَنزَلۡنَا فِيهَآ ءَايَـٰتِۭ بَيِّنَـٰتٖ لَّعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ۝١

''ایک سورۃ جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ اوراسے ہم نے معین ومقرر (ہمیشہ کیلئے) کردیا ہے اوراس میں واضح (بات کو الگ الگ کر دینے والی) آیات نازل کی ہیں تاکہ تم یاد، محفوظ رکھو (نصیحت لو)''۔

ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجۡلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا مِاْئَةَ جَلۡدَةٖۖ (حوالہ النور۔۱،۲)

'(جن پر چار انسانی شہادتوں سے زنا کا جرم ثابت ہو تو) معلوم زانی عورت اور معلوم زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرے لگاؤ'

ٱلزَّانِيَةُ صرف مخصوص عورت ہے جسے چار گواہوں کی شہادت کے بعد زنا کی مرتکب مجرمہ قرار دیا جاچکا ہو۔اسی طرح صرف اس مرد کو ٱلزَّانِي کہا جائے گا جس کے خلاف چار گواہوں کی شہادت سے زنا کے ارتکاب کا جرم ثابت ہو چکا ہو۔اس لئے دوستو خبردار اور متنبہ رہو کہ اپنی گفتگو میں کسی بھی عورت اور مرد کے متعلق لفظ زانیہ اور زانی کبھی استعمال نہیں کرنا۔''فــرض''(مادہ''ف ر ض'')

کے بنیادی معنی کسی سخت چیز کو کاٹنے کے ہیں۔ ہر وہ چیز جسے معین ومقرر کر دیا جائے۔

قرآنِ مجید تمام بنی نوع انسان کیلئے نازل فرمایا گیا ہے۔تمام انسانیت کیلئے ہدایت عطا فرمائی گئی ہے۔کوئی مانے یا نہ مانے یہ اس کی اپنی صوابدید ہے۔کسی بھی معاشرے میں ضروری نہیں کہ اس کے تمام افراد قرآنِ مجید پر ایمان رکھنے والے ہوں۔ قرآنِ مجید نے اس معاشرے کیلئے جس میں اسے ماننے والے مقتدر ہوں معاشرتی جرائم کیلئے فیصلے اور انصاف کرنے کے انداز اور زیادہ سے زیادہ دی جانے والی سزا بھی مقرر فرمادی ہے۔اسلامی معاشرے میں زنا کے مرتکب ہونے والے مرد اور عورت کیلئے حتمی سزا مقرر کر دی ہے اور اس میں کمی اور اضافے کا اختیار معاشرے کی عدالت اور ارباب حکومت کو نہیں دیا گیا۔''سوکوڑے لگانے'' کا مطلب اور مفہوم سزائے موت کسی بھی صورت نہیں بنتا۔آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا تھا اور پھر اس پر نادم ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس بناء پر بنی اسرائیل کو بتایا تھا

أَنَّهُۥ مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا (حوالہ المائدہ ۳۲)

''جس کسی نے کسی جان کو قتل کیا بغیر اس کے کہ وہ جان کا بدلہ ہو یا زمین میں فساد مچانا ہو تو اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا''

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کا قتل ہے لیکن قاتل کی سزا قتل ہی بتائی۔اور اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرے میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت اور تکریم کو ہر صورت مقدم رکھنے کے لئے لازم قرار دیا ہے کہ اسلامی ریاست قاتل کو تلاش کرے اور اسے سزائے موت دے اور اس میں چھوٹے بڑے، مرد اور عورت، غلام اور آزاد شہری کی کوئی تمیز اور تخصیص نہ رکھے۔ چاہے کوئی ہو قاتل آخر قاتل ہے اور سزائے موت کا مستحق۔ارشاد فرمایا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى

''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا پورا پورا بدلہ لینا لازم کیا جاتا ہے''(حوالہ البقرۃ۔۱۷۸)

صدر پاکستان کا قاتل کی سزائے موت کو معاف کرنے کا صوابدیدی اختیار کیا قرآنِ مجید کے حکم اور یوں آئین پاکستان کے خلاف نہیں؟ انفرادی طور پر کسی انسان کو''قتل'' کرنا انسانیت کو قتل کر دینے کے مترادف قرار دینے سے اس کے گھناؤنے پن اور انتہائی ناپسندیدہ ہونے کا اظہار ہے لیکن قاتل کیلئے قتل کئے جانے کی سزا مقرر کرنے میں معاشرے کی حیات بھی ہے۔بظاہر نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلتا ہے کہ ایک شخص کی جان جاتی ہے لیکن دونوں صورتوں کے حقیقی نتیجے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔دانا و بینا لوگوں کو سمجھایا

وَلَكُمْ فِى ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۹﴾

''اور (قتل کا) بدلہ (سزائے موت مقرر کر) لینے میں تمہاری حیات ہے، اے معاشرے کے دانا و بینا لوگو! تاکہ تم ڈرو (اور انسانی زندگی کی قدر جان سکو)''(البقرۃ۔۱۷۹)

اور ایک صورت وہ ہوتی ہے جس میں انسان اجتماعی کوشش و کاوش سے ایک دوسرے کو اجتماعی طور پر قتل کرتے ہیں۔ اس ''القتال'' کو جنگ اور جہاد کہتے ہیں۔ جنگ اور جہاد میں انسان دوسروں کی جان لیتا ہے لیکن جان دینے کے جذبے سے سرشار ہو کر ہی میدان جنگ میں اترتا ہے۔ اس لئے معاشرے میں انفرادی ''قتل'' اور میدان جنگ میں دوسروں کو ''قتل'' کرنا کے معنی اور مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ

''تم پر جنگ کرنا فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناپسند، ناگوار ہے''

وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور ممکن ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو وہ تمہارے لئے خیر ہو'' (حوالہ البقرۃ۔۲۱۶)

انسان کو حقائق کی تلبیس کرنے میں بھی کمال حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے متعلق کہہ رہا ہے کہ جنگ ہمیں ناپسند اور ناگوار ہے اور یورپ امریکہ نے پبلسٹی کے ذریعے ہمیں جنگجو اور دہشت گرد قرار دے دیا ہے۔ دہشت گردی اور جنگجویانہ سوچ کا اسلام سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔ جنگ مشقت، تکلیف اور ناپسندیدہ ہے لیکن اس میں حیات اور وقار مخفی ہے اگر اللہ کے بتائے ہوئے وقت پر، اسی کے بتائے ہوئے انداز اور اسی کے بتائے ہوئے مقصد کیلئے لڑی جائے وگرنہ جنگ محض خون خرابہ، فساد اور انسانی جانوں کا قتل اور مال کا ضیاع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں قتل (سزائے موت، capital punishment) کی سزا صرف جرم قتل اور فساد کیلئے مقرر فرمائی ہے۔ (حوالہ البقرۃ ۱۷۸، ۱۷۹، المائدہ۔۳۲، ۳۳) طبعی موت کے علاوہ کسی بھی انسان کو کسی بھی انداز سے جان سے مارنا ''القتل'' کہلاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مکا مارنے سے ایک شخص اتفاقاً مر گیا تھا اسے بھی ''قتل'' ہی کہا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کے اس حکم ''جس کسی نے کسی جان کو قتل کیا بغیر اس کے کہ وہ جان کا بدلہ ہو یا زمین میں فساد مچانا ہو'' کے مطابق کسی بھی شخص کو قتل (سزائے موت) صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے اگر وہ کسی کو قتل کرنے یا زمین میں فساد مچانے کا مجرم ثابت ہو وگرنہ اس شخص کو قتل کرنے کا ذمہ دار شخص تمام انسانیت کو قتل کرنے کا ذمہ دار قرار پائے گا۔ اس سوال پر سربراہ مملکت اور قانون بنانے والوں اور عدالت عظمیٰ کو غور کرنا چاہئے کہ کسی کو قتل کرنے کی سزا دینے کیلئے ان کے پاس نازل کردہ کتاب یا آثار علم میں سے ثبوت اور جواز ہونا چاہئے کیونکہ خارج از کتاب بات کیلئے ذمہ داری کوئی بھی قبول نہیں کرتا۔ یہ بات میں نہیں کہہ رہا بلکہ قرآنِ مجید میں میرے آقا، آقائے نامدار ﷺ سے اسے کہلوایا گیا ہے۔

ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

''میرے پاس اس (قرآنِ مجید) سے قبل کی کتاب لاؤ یا علم کا کوئی نشان لاؤ اگر تم سچے ہو'' (سورۃ الاحقاف۔۴)

اور اللہ رب العزت نے ہمیں بتایا ہے کہ نازل کردہ کتاب ہی حرف آخر ہوتی ہے۔

أَمْ لَكُمْ كِتَـٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾

''کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟''۔

اور خارج از کتاب بات کے متعلق فرمایا

سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾

''ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن بنتا ہے؟'' (القلم ۳۷،۴۰)

آقائے نامدار علیہ السلام صلی اللہ نے سچائی اور حقیقت کو جانچنے کا پیمانہ عطا فرما دیا ہے کہ وہ بات نازل کردہ کتاب میں درج ہو یا اس بات، شئے کے متعلق آثار علم میں سے ثبوت موجود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا قرآنِ مجید میں یہ فرمان بھی ہے

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ

''اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا جو اللہ نے نازل کیا اس لئے وہی کافر ہیں''

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ o

''اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا جو اللہ نے نازل کیا اس لئے وہی ظالم ہیں'' (حوالہ سورۃ المائدہ۔۴۴ اور ۴۵ کا آخر)

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَـٰسِقُونَo

''اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا جو اللہ نے نازل کیا اس لئے وہی فاسق ہیں'' (حوالہ المائدہ۔۴۷)

قرآنِ مجید کے اس دوٹوک فرمان پر احکام دینے اور فیصلے کرنے والے ارباب اقتدار، مقننہ اور عدلیہ کو غور کر لینا چاہئے کہ آخر جواب دہ انہیں ہونا ہے مجھے اور کسی دوسرے کو نہیں۔ اور قرآنِ مجید نے زنا کو قتل اور نہ ہی فساد سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے زنا کی سزا موت (رجم، کسی بھی طریقے سے) کیسے تجویز کی جا سکتی ہے؟ دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ اگر زانیہ اور زانی کو کوڑے مارنے میں موت بھی شامل ہوتی تو پھر انہیں نکاح کی اجازت دینے کی نوبت کہاں سے آ سکتی تھی؟ یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ معاشرے میں صرف ان عورتوں اور مردوں کو زانیہ اور زانی کہا اور مانا جائے گا جن پر چار گواہوں کی شہادت سے مجاز عدالت میں زنا کا جرم ثابت ہوا تھا اور عدالت نے انہیں زانیہ اور زانی قرار دے دیا تھا۔ معاشرے میں موجود ان زانیہ اور زانی قرار پانے والے افراد کے متعلق حکم دیا

ٱلزَّانِى لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَٱلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ

''کوئی زانی (قرار پانے والا مرد) نکاح نہ کرے سوائے کسی بھی زانیہ (قرار پانے والی عورت) سے یا پھر کسی بھی مشرک عورت سے۔ اور کوئی زانیہ (قرار پانے والی عورت) نکاح نہ کرے سوائے کسی بھی زانی (قرار پانے والا مرد) سے یا پھر کسی بھی مشرک مرد سے۔

وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝

اور یہ مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے'' (النور۔۳)

کسی بھی مسلم اکثریت والے معاشرے میں مشرکین بھی ہو سکتے ہیں۔عرب میں بھی مشرکین تھے اور آج پاکستان اور سعودی عرب میں بھی ہیں۔ اور یہ بات یاد رہے کہ آیت مبارکہ میں زانیہ اور زانی کے دین کے حوالے سے سزا مقرر نہیں کی گئی بلکہ ایک فعل کی سزا مقرر کی گئی ہے مسلم معاشرے میں زانیہ اور زانی قرار پانے والا مسلم بھی ہو سکتا ہے اور مشرک بھی۔ اس سے قطع نظر کہ زانیہ یا زانی میں سے کوئی مسلم ہے یا مشرک یا اہل کتاب سزا وہی دی جائے گی۔ یہ ایک معاشرتی جرم ہے۔ایک مسلم زانی کی شریک جرم مشرکہ زانیہ ہو سکتی ہے۔ اور ایک مسلم زانیہ کا شریک جرم مشرک زانی ہو سکتا ہے۔معاشرے میں زانی اور زانیہ قرار پانے والوں کو آپس میں شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن آیت مبارکہ میں یہ پابندی نہیں لگائی گئی کہ جس مخصوص زانی نے جس مخصوص زانیہ سے زنا کا جرم کیا تھا وہ صرف آپس میں شادی کر سکتے ہیں بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ کوئی بھی مخصوص زانی معاشرے میں کسی بھی زانیہ (نکرہ) قرار پانے والی سے شادی کر سکتا ہے اور اسی طرح کوئی مخصوص زانیہ کسی بھی زانی (نکرہ) قرار پانے والے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔زانی اور زانیہ نے جس جرم کا ارتکاب کیا تھا اس کیلئے کسی کے دین کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔زانی اور زانیہ قرار دیئے جانے والوں کو منع کر دیا گیا کہ وہ کسی مومن سے نکاح نہیں کر سکتے اور اگر انہیں نکاح کرنا ہی ہے تو پھر کسی اپنے جیسے سے کریں یا مشرکہ،مشرک سے کرلیں جن کے ساتھ مومنین کیلئے شادی کرنا حرام ہے

وَلَا تَنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں''

وَلَا تُنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُواْ ''اور (مومن عورتیں) مشرک مردوں سے نکاح نہ کریں جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں'' (حوالہ البقرۃ۔۲۲۱)

زنا کے جرم کا مرتکب مرد اور عورت میں سے ایک شادی شدہ اور دوسرا غیر شادی شدہ ہو سکتا ہے لیکن قرآنِ مجید نے ان دونوں کے مابین سوائے شراکت جرم کے کسی دوسرے حوالے (شادی شدہ، غیر شادی شدہ) سے ان دونوں کو ممیز نہیں فرمایا اور نہ سزا میں تخصیص فرمائی ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجْلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِاْئَةَ جَلْدَةٍ ''زانیہ عورت اور زانی مرد اُن دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرّے لگاؤ'' (حوالہ النور۔۲) قرآنِ مجید نے حرف ''واؤ عاطفہ بمعنی اور'' اور ''كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا'' سے واضح فرمایا ہے کہ زنا کے جرم میں ملوث مخصوص (ایک معلوم،معرفہ) زانیہ اور مخصوص (ایک معلوم،معرفہ) زانی میں سزا کے حوالے سے کوئی تخصیص نہیں کہ ان دونوں (هُمَا۔ضمیر تثنیہ مذکر و مؤنث غائب) میں سے ہر ایک کو سو دُرّے برسرِ عام مارنے ہیں۔

قرآنِ مجید نے اسلامی معاشرے میں زنا کے مرتکب ہونے والے مرد اور عورت کیلئے حتمی سزا مقرر کردی ہے اور اس میں کمی اور اضافے کا اختیار معاشرے کی عدالت اور ارباب حکومت کو نہیں دیا گیا۔ ''سوکوڑے لگانے'' کا مطلب اور مفہوم سزائے موت کسی بھی صورت نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ زانیہ اور زانی کیلئے سوُدروں کی سزا مقرر کرنے کے بعد کس احتمال سے منع فرماتا ہے؟ وہ احتمال سن لیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ کیا اس سزا سے زیادہ بڑی سزا دی جاسکتی ہے۔

وَلَا تَأۡخُذۡكُم بِهِمَا رَأۡفَةٞ فِي دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۖ

''اور اللہ کے طریقے رقانون (دین کو نافذ کرنے، زانیہ اور زانی کو سوسو درے مارنے) میں تمہیں ان دونوں پر ترس (رقت قلب) نہ آئے اگر تم اللہ تعالیٰ اور یوم آخر کو ماننے والے ہو''۔

''رَأۡفَةٞ'' کا مادہ ''رأف'' ہے اور صاحب محیط نے لکھا ہے کہ ''اس کے معنی یہ ہیں کہ تم سے ان امور کو دفع کردیا جائے جو ضرر رساں ہوں''۔ چونکہ عام طور پر انسانوں کی تکلیف رفع کرنے کا جذبہ محرکہ رقت قلب یعنی دل کی نرمی ہوتا ہے اس لئے ''رَأۡفَةٞ'' کے معنی نرمی کے آتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں یہ لفظ صرف دو مقام پر استعمال ہوا ہے۔ یہاں ہمارے لئے اور دوسری جگہ ان لوگوں کیلئے جو عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور نزول انجیل پر ان پر ایمان لائے اور اتباع کی تھی

وَجَعَلۡنَا فِي قُلُوبِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ رَأۡفَةٗ وَرَحۡمَةٗ

''اور جن لوگوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کی اتباع کی ان کے دلوں میں ہم نے نرمی (رَأۡفَةٗ) اور رحم ڈال دیا'' (حوالہ الحدید۔۲۷)

اور اللہ رب العزت ہمیں اتنا نرم دل قرار دے رہا ہے کہ اس وجہ سے ہم اس کی مقرر کردہ سوکوڑوں کی سزا دینے میں بھی کہیں نرمی کا رویہ اختیار نہ کرلیں اس لئے ہمارے ایمان کا جتا کر زانیہ اور زانی پر بتائی گئی سزا کو لاگو کرنے پر ان پر رحم کھانے سے ہمیں منع کررہا ہے۔ لیکن ایک ہم ہیں کہ دنیا کو بتا رہے ہیں کہ نہیں ہم میں کوئی جذبہ رحم اور نرمی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سوُدروں کی سزا تو بہت کم ہے، ہم تو تشدد پسند ہیں اس لئے ہم تو زانیہ اور زانی کو پتھر مار مار کر ہلاک یا پھانسی دے کر ہی دم لیں گے۔ کیا ہمارے دلوں پر قفل پڑ چکے ہیں یا روایتوں نے ہماری عقل کے گرد اتنے مضبوط حصار بنا دیئے ہیں کہ قرآنِ مجید کے اس قدر دوٹوک واضح بیان کو ہم سن نہیں سکتے؟ ''زنا'' کی سزا ''پتھروں سے مارنا اور پھر گولیوں کی بوچھاڑ سے قتل کرنا'' تجویز کرنے اور اس پر بضدر ہنے والے اہل علم اور ارباب اقتدار کے غور وخوض کیلئے ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ قرآنِ مجید نے عباد الرحمٰن کی دوسری صفات کے ساتھ ایک صفت یہ بتائی ہے وَلَا يَزۡنُونَۚ 'اور وہ زنا نہیں کرتے'' وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٰلِكَ يَلۡقَ أَثَامٗا 'اور جو یہ فعل کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا' (حوالہ الفرقان ۶۸)

يُضَٰعَفۡ لَهُ ٱلۡعَذَابُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَيَخۡلُدۡ فِيهِۦ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ 'اور قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھایا

جائے گا اور وہاں ہمیشہ ذلت میں رہے گا''۔ اور ان تمام باتوں کے متعلق جن میں زنا شامل ہے الفرقان کی آیت ۷۰ میں فرمایا:

إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ

''سوائے اس کے جس نے توبہ کرلی اور مان لیا اور صالح عمل کیا تو ایسوں کی برائیوں (سَيِّـَٔاتِ) کو اللہ بھلائیوں میں بدل دے گا''

ایک متقی، عباد الرحمٰن کی صفات والے مرد اور عورت سے جذبات کے طوفان میں بہہ کر زنا کا فعل سرزد ہو گیا اور اُن دونوں میں سے ایک شادی شدہ تھا اور ہم نے پتھروں سے لہولہان کرنے کے بعد اسے گولیوں سے بھون دیا تو کیا وہ شخص اپنی موت کو دیکھ کر فائدہ مند توبہ کر سکے گا اور عمل صالح کرنے کا اسے موقع مل سکے گا؟ قرآنِ مجید کا فرمان ہے کہ موت دیکھ لینے پر توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ کیا ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ شخص دوزخ میں چلا جائے؟ آقائے نامدار، رحمت للعالمین ﷺ کے پیروکار کیا اس انداز کی سوچ اور روش اختیار کر سکتے ہیں؟ اللہ رب العزت تو آقائے نامدار ﷺ سے بار بار فرماتا ہے کہ وہ کیوں ان لوگوں کے غم میں اپنی جان کو ہلکان کر رہے ہیں جنہوں نے ایمان نہ لانے کی بناء پر دوزخ میں جانا ہے۔ کیا ہمیں اپنے آقا، آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک کے غم کا بھی کچھ احساس نہیں۔

متقی اور صالح مقتدر طبقے، جنہیں آخرت اور دوزخ سے بچنے کی بھی فکر ہے، کے غور و فکر کیلئے ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ عباد الرحمٰن کی صفات میں یہ بات بھی شامل ہے:

وَٱلَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ
إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی (نام کے) اِلٰہ کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے قتل کرتے ہیں سوائے حق کے، اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ گناہ کی سزا پائے گا'' (الفرقان۔۶۸)

کسی بھی انسان کو قتل کرنے (سزائے موت) کی اجازت اسی صورت میں ہے اگر یہ ''بالحق'' ہے۔ اور ''القتال'' یعنی جہاد کے علاوہ دوسرے انفرادی قتل کی اجازت تب ہے اگر وہ جان کا بدلہ ہو یا زمین میں فساد مچانے پر ہو'' (حوالہ المائدہ۔۳۲)۔ اور اعلان عام ہے

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ

''آپ (ﷺ) فرمائیں ''اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے ٱلْحَقُّ (قرآنِ مجید) آ گیا ہے

فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ

اب جو راہ ہدایت پر چلا وہ اپنے (فائدے کے) لئے چلے گا

وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ

اور جو بھٹک گیا تو وہ اپنے خلاف ہی بھٹکے گا

وَمَآ أَنَا۠ عَلَيۡكُم بِوَكِيلٍ ۝

اور میں تمہارا کچھ ذمہ دار (وکیل) نہیں'' (حوالہ سورۃ یونس۔۱۰۸)

آقائے نامدارﷺ قرآنِ مجید کے علاوہ کسی بھی بات کیلئے ذمہ دار نہیں۔ لوگوں کی اپنی مرضی ہے کہ ان کے نام پر جو چاہے کرتے پھریں۔

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ ٱلَّذِي نَعِدُهُمۡ أَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ

''اور اگر ہم آپ (ﷺ) کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یا آپ کو الگ کرلیں (وفات)'' (حوالہ یونس۔۴۶)

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ ٱلَّذِي نَعِدُهُمۡ أَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ

''اور اگر ہم آپ (ﷺ) کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یا آپ کو الگ کرلیں'' (حوالہ الرعد۔۴۰)

ثُمَّ ٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفۡعَلُونَ ۝

''بعد ازاں اللہ اس کا گواہ ہوگا جو فعل وہ کرتے ہیں'' (حوالہ یونس۔۴۶)

فَإِنَّمَا عَلَيۡكَ ٱلۡبَلَٰغُ وَعَلَيۡنَا ٱلۡحِسَابُ ۝

''(آپﷺ کو الگ کرنے سے کیا فرق پڑے گا) اس لئے کہ آپ (ﷺ) کے ذمہ تو (قرآنِ مجید) پہنچا دینا ہے

(اور وہ آپ نے پہنچا دیا ہے) اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے'' (حوالہ الرعد۔۴۰)

زَانِيَةٌ اور زَانٍ صرف وہ ہے جنہیں معاشرے کی مجاز عدالت نے جرم ثابت ہونے پر ایسا قرار دیا ہو۔ غیر ذمہ دار لوگوں کے منہ سے اِدھر اُدھر کہنے سے کوئی بھی زَانِيَةٌ اور زَانٍ نہیں بن جاتا۔ مجاز اتھارٹی اور عدالت کے سامنے کوئی شخص کسی کے خلاف جرم زنا کی شکایت درج کراتے ہوئے کسی عورت پر زَانِيَةً ہونے کا الزام لگا سکتا ہے جس کے بعد قانون حرکت میں آتا ہے۔ الزام لگانے اور شکایت (FIR) کا اندراج کرانے والے کے ذمہ ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرے۔ کسی پر زنا کا الزام اس کی عصمت و وقار کو داغدار یا مشکوک بنا دیتا ہے۔ اس لئے جھوٹے الزام کی سزا ابتائی

وَٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَأۡتُواْ بِأَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجۡلِدُوهُمۡ ثَمَٰنِينَ جَلۡدَةً (حوالہ النور۔۴)

''اور جو لوگ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ پر الزام لگائیں (ثُمَّ) بعد ازاں چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو انہیں اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دو''

يَرۡمُونَ (جمع مذکر غائب مضارع) کا مادہ ''ر م ی'' ہے اور اس کے معنی کسی چیز کو پھینکنا یا ڈال دینا ہیں۔ جیسے تیر اور پتھر کو پھینکا جاتا ہے۔

وَمَن يَكۡسِبۡ خَطِيٓـَٔةً أَوۡ إِثۡمًا ثُمَّ يَرۡمِ بِهِۦ بَرِيٓـًٔا فَقَدِ ٱحۡتَمَلَ بُهۡتَٰنًا ''اور جس کسی نے کوئی خطا یا گناہ کیا اور بعد ازاں اسے کسی بری الذمہ پر پھینک دیا (الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا) تو اس نے یقیناً بہتان کا بوجھ اٹھایا'' (النساء۔۱۱۲)۔

قرآنِ مجید نے نکاح کیلئے حرام عورتوں کے متعلق بتاتے ہوئے شادی شدہ عورتوں کو بھی حرام قرار دیا۔اور الْمُحْصَنٰتِ شادی شدہ عورتوں کو کہا ہے (حوالہ النساء۔۲۴)۔اور پھر الْمُحْصَنٰتِ اپنے معاشرے کی عورت کیلئے استعمال ہوا اور اس کے ذریعے انہیں جنگی قیدی، ملازم عورتوں سے ممیّز کیا گیا ہے۔نکاح بھی حفاظت کا حصار ہے جس میں آنے کے بعد تمام عورتیں محصنات ہیں۔

یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ کے واضح معنی اور مفہوم یہ ہے کہ شادی شدہ یا معاشرے کے کسی خاندان کی غیر شادی شدہ عورت (کنواری، بیوہ، مطلقہ) کے خلاف فحاشی میں ملوث ہونے یا زنا کی مرتکب ہونے کا الزام لگانا۔ مجاز حکام، عدالت کے سامنے جرم زنا کے ارتکاب کے الزام پر مبنی شکایت درج کرانا (lodging complaint, FIR) گناہ نہیں، جرم نہیں، بہتان نہیں۔ یہ جرم اور بہتان اس وقت بنتا ہے جب شکایت کنندہ اپنے الزام کیلئے مطلوبہ شہادت پیش نہ کر سکے۔اور شہادتیں ہمیشہ الزام لگانے کے بعد عدالت کے روبرو پیش کرنا ہوتی ہیں۔ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ کے بعد اگر ایسا ہو ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ''بعد ازاں چار گواہ پیش نہ کر سکیں''۔حرف ثُمَّ دو مختلف نوعیت کی باتوں کے درمیان آتا ہے اور دونوں کے مابین وقت کے فاصلے کا اظہار کرتا ہے۔ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ اور چار گواہ پیش نہ کرنے کی بات کے مابین ثُمَّ سے واضح ہے کہ یہ لوگ وہ نہیں ہیں جو عام طور پر غیر متعلقہ لوگوں کی محفلوں میں غیر ذمہ دارانہ طریقے سے مختلف لوگوں پر الزام تراشیاں کرتے رہتے ہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو باقاعدہ طور پر مجاز حکام کے پاس کسی محصنہ پر فحاشی یا زنا کا الزام لگاتے ہیں۔الزام، شکایت کنندگان اگر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو
فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً ''اس لئے انہیں اسی دُرے لگانے کی سزا دو'' (حوالہ النور۔۴)۔

جرمِ زنا ثابت ہونے پر زَانِيَةً اور زَانٍ اور چار گواہوں کو پیش نہ کرنے پر جھوٹا الزام لگانے والے کو سزا فَاجْلِدُو ہے اور جَلْدَةٍ اور جَلْدَةً ہے۔قرآنِ مجید نے ''جلد'' انسان اور جانور کی کھال کو کہا ہے (حوالہ النساء۔۵۶ النحل۔۸۰، الحج۔۲۰، الزمر۔۲۳، فصلت۔۲۰، ۲۱، ۲۲)۔ کھال کے بنے ہوئے دُرے سے کھال پر مارنا ہے، مجرم کی کھال کو ادھیڑنا نہیں۔''جلد'' کا کام کیا ہے؟ قرآنِ مجید نے انسان کی جلد کا فعل یہ بتایا ہے

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (حوالہ النساء۔۵۴)

'اور جب ان کے بدن کی کھال جل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب (جلن کے) عذاب کو محسوس کریں' سورۃ سبا کی آیت ۶ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ 'اور اہلِ علم دیکھتے ہیں کہ جو آپ ﷺ کے رب کی طرف سے (قرآن عظیم) نازل کیا گیا وہی سچ (اٹل حقیقت) ہے اور غالب اور صاحب تعریف کے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے'۔تھائی لینڈ (Thailand) کی چیانگ مائی

یونیورسٹی (Chiang Mai University) کے ڈیپارٹمنٹ آف اناٹومی (Department of Anatomy) کے چیئرمین Dr. Tagatat Tejasen کے علم میں جب یہ بات لائی گئی کہ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ نے لوگوں کو چودہ سو سال قبل یہ بات بتائی تھی کہ ایمان لانے سے انکار کرنے والوں کے بدن کی کھال جب جل جائے گی تو نئی کھال پیدا کر دی جائے گی تاکہ تسلسل سے جلنے کے عذاب کو چکھ سکیں یعنی جلن کو محسوس کر سکیں تو اس نے حیرانگی سے کہا کہ آج تو اہلِ علم جانتے ہیں کہ درد اور جلن کے احساس کا مرکز جلد ہے لیکن چودہ سو سال قبل انہیں (ﷺ کو) یہ بات کس نے بتائی تھی؟ ڈاکٹر صاحب کو بتایا گیا کہ یہ بات رسولِ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی اس آیت مبارکہ میں بتائی تھی۔ رسولِ کریم ﷺ پر جو نازل کیا گیا بس وہی سچ اور اٹل حقیقت ہے۔ جس نے ڈاکٹر صاحب Dr. Tagatat Tejasen کی راہنمائی غالب اور صاحب تعریف کے راستے کی طرف کی اور نہ صرف وہ بلکہ ان کے کئی شاگرد بھی پکار اٹھے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ کیا اب بھی ہمیں اس بات کو ماننے میں تذبذب ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جلد پر درد کا احساس پیدا کرنے کیلئے چمڑے سے مارنے کیلئے کہا ہے لوگوں کی کھال ادھیڑنے کیلئے نہیں؟

زَانِيَةٌ اور زَانٍ کو سزا دیتے وقت مجاز حکام کی ایک ذمہ داری یہ بھی بتائی

وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝

''اور ان دونوں کے احساس تکلیف و درد کو دیکھنے کیلئے مومنوں کا ایک گروہ موجود ہونا چاہئے'' (حوالہ النور۔۲)

اور محصنات پر الزام لگا کر چار گواہ پیش نہ کرنے والوں کے متعلق معاشرے/ارباب حکومت/عدلیہ کو حکم دیا

وَلَا تَقۡبَلُواْ لَهُمۡ شَهَٰدَةً أَبَدٗاۚ ''اور آئندہ انہیں گواہی کیلئے کبھی نہیں بلانا'' (حوالہ النور۔۴)

انہیں گواہی، شہادت کے معاملے میں آئندہ کیلئے دھتکار دیا جائے کہ پیکر حیا و وفا پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ عورت کی عصمت و عفت پر جھوٹا الزام لگانا بہتان ہے۔ سیدہ مریم صدیقہ کی مثال مومنوں کیلئے دی گئی ہے (حوالہ التحریم۔۱۱۔۱۲)۔ عورت پیکر حیا ہے اور اس کا تقدس و احترام ہر انسان پر لازم ہے۔ اہل ایمان محفلوں میں خواتین کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اپنے الفاظ اور زبان پر قابو رکھا کریں کہ فرمان ہے

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ٱلۡغَٰفِلَٰتِ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ لُعِنُواْ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ

''بیشک جو لوگ ایمان والی بے خبر (ان کی باتوں سے) محصنات پر الزام تراشیاں کرتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہوگی'' (حوالہ النور۔۲۳)

ایسا ممکن ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی پر فحاشی یا زنا میں ملوث ہونے کا الزام لگا دے۔ اس صورت میں مجاز حکام اور عدالت کیا کرے؟ بتایا

وَٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ أَزۡوَٰجَهُمۡ وَلَمۡ يَكُن لَّهُمۡ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنفُسُهُمۡ فَشَهَٰدَةُ أَحَدِهِمۡ أَرۡبَعُ
شَهَٰدَٰتِۭ بِٱللَّهِ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ۝٦ وَٱلۡخَٰمِسَةُ أَنَّ لَعۡنَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡهِ إِن كَانَ مِنَ ٱلۡكَٰذِبِينَ ۝٧

''اور جولوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں مگران کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں تو ان کی ایک گواہی یہ ہے کہ اللہ کے نام پر چار مرتبہ گواہی دے کہ وہ بیشک سچا ہے۔ اور پانچویں یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے''۔ (النور۔۶۔۷)

گواہی حلف (on oath) پر عدالت میں ہوتی ہے۔ کیا خاوند (ایک مرد) کی گواہی اتنی وزن دار ہے کہ عدالت اس کی بیوی کے خلاف سزا کا حکم جاری کر دے؟ نہیں! بیوی کو برابر کا موقع دیا جائے گا۔ فرمایا

وَيَدۡرَؤُاْ عَنۡهَا ٱلۡعَذَابَ أَن تَشۡهَدَ أَرۡبَعَ شَهَٰدَٰتِۭ بِٱللَّهِ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلۡكَٰذِبِينَ ۝٨
وَٱلۡخَٰمِسَةَ أَنَّ غَضَبَ ٱللَّهِ عَلَيۡهَآ إِن كَانَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ۝٩

''اور اس عورت سے یہ الزام رد ہو جائے گا اگر وہ اللہ کے نام پر چار مرتبہ گواہی دے کہ اس کا خاوند بیشک جھوٹا ہے اور پانچویں یہ کہ ''اس (عورت، مجھ) پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ سچا ہے'' (النور۔۸۔۹)

اسلامی معاشرے میں اگر کسی خاوند کو اپنی بیوی کے چال چلن پر شک یقین کی حد تک بھی ہے تو بھی اس بات کی اسے اجازت نہیں دی گئی کہ غیرت کے نام پر اسے قتل کر دے یا جسمانی اذیت دے، اعضاء کاٹ دے، چہرے پر تیزاب پھینک دے یا آگ لگا دے۔ بلکہ اسے بھی یہ کہا گیا ہے کہ معاملہ عدالت میں لے جائے۔ اسلامی معاشرے میں کسی بھی خاوند کی کوئی ایسی حرکت اس عورت کی توہین نہیں بلکہ اس معاشرے کے ہر فرد کی توہین ہے۔ معاشرے کو اس قسم کے مردوں کو معاشرتی طور پر دھتکار دینا چاہئے اور حکومت کو سخت تعزیراتی قدم اٹھانا چاہئے اور اسے دہشت گردی قرار دے کر اس مرد پر وہی سزا لاگو کرنی چاہئے جیسا سلوک اس نے عورت سے کیا تھا، کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، چہرے پر تیزاب کے بدلے چہرے پر تیزاب۔ پاکستان میں عدلیہ کی ایک نئی تاریخ رقم کرنے والے چیف جسٹس نے حال ہی میں ایک تاریخی بات کہی ہے کہ غیرت کے نام پر قتل کرنے والے خود بے غیرت ہیں۔ اللہ کی قسم! جج صاحب نے سچ کہا۔ ایک عزیز مصر تھا جس نے سچائی ظاہر ہونے پر اعلیٰ ظرفی، مردانگی، حوصلے اور عزم کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ بیوی کی فحش بات اور الزام تراشی پر درگزر فرمائیں اور بیوی کو خطا کار قرار دیتے ہوئے اللہ سے بخشش کی طلبگار ہونے کا کہا۔ یہ بڑے حوصلے اور مردانگی کی بات تھی۔ اور ایک ہمارا معاشرہ ہے جہاں اگر بالغ اور سمجھدار بیٹی اپنی پسند کے لڑکے سے باقاعدہ نکاح بھی کر لے تو ہم ''غیرت'' کے نام پر اسے قتل کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو غیرت کا مفہوم تو معلوم نہیں لیکن جھوٹی، جاہلانہ اور تکبرانہ ''غیرت'' کے نام پر پاکدامن بیٹیوں کے دامن کو خود ہی داغدار قرار دینے کا ظلم کر بیٹھتے ہیں۔ کاش کہ سورۃ التکویر کی آیت ۹ کے الفاظ میں پنہاں اللہ رب العزت کی سخت تنبیہ کی ہمیں سمجھ آ جائے بِأَيِّ ذَنۢبٖ قُتِلَتۡ ۝٩ ''کس جرم میں وہ قتل کی گئی؟''۔ رب العزت کے الفاظ میں جلال محسوس ہو تو ہمارے دلوں میں عورت کیلئے گداز اور نرم گوشہ پیدا ہو سکے گا۔

اسلامی معاشرے میں کچھ ایسی اصطلاحیں رواج پا گئی ہیں جو اُس تصور کو فروغ دیتی ہیں جس کی تائید قرآنِ مجید نہیں کرتا۔ایک ایسی اصطلاح حدود آرڈیننس میں ''زنا بالجبر'' ہے جو کھلم کھلا قرآنِ مجید کی خلاف ورزی ہے کیونکہ اس کے مرتکب اشخاص پر جرم ثابت کرنے کیلئے بھی چار عینی شہادتوں کی گواہی لازم ہے۔ ''زنا'' اور زبردستی کئے جانے والے جنسی فعل (Rape) میں قطعی کوئی مماثلت نہیں ''زنا'' صرف اور صرف اس جنسی فعل کو کہتے ہیں جو غیر منکوحہ ہوتے ہوئے ایک مرد اور ایک عورت دانستہ اپنی خوشی، رضا و رغبت اور چاہت سے ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔سورۃ الممتحنۃ کی آیت ۱۲ میں مومن عورتوں سے لی جانے والی بیعت میں یہ الفاظ شامل ہیں ''وَ لَا یَزْنِیْنَ اور وہ زنا نہیں کریں گی''۔ اس سے ثابت ہے کہ ''زنا'' کی اصطلاح صرف اس صورت میں استعمال ہوگی جب جنسی فعل ایک عورت اور مرد اپنی مرضی اور چاہت سے کریں۔مکۃ المکرّمہ سے ہجرت کر کے آنے والی سمیت دنیا کی کوئی عورت یہ وعدہ، بیعت نہیں دے سکتی تھی کہ زبردستی کئے جانے کے باوجود اپنے ساتھ کسی کو جنسی فعل نہیں کرنے دے گی۔ کوئی ایک مرد یا چند مرد مل کر کسی عورت کے ساتھ زبردستی جنسی فعل با آسانی کر سکتے ہیں۔اس انداز میں کیا جانے والا جنسی فعل ''زنا'' نہیں کہلا سکتا کیونکہ ''زنا'' عورت کی باہمی رضامندی اور خواہش سے مشروط ہے۔

اس پر غور کرنے کی اہمیت ہے کہ ''زنا بالجبر'' کی اصطلاح سرے سے غلط ہے کیونکہ جبر سے کیا گیا جنسی فعل ''زنا'' نہیں کہلاتا۔ ''زنا'' زبردستی کا نہیں خواہش اور چاہتوں کا کھیل اور راستہ ہے۔فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ ''اور زنا کے قریب مت جاؤ'' (حوالہ الاسراء۔۳۲)۔ ''تَقْرَبُوْا'' مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔مخاطب تمام مرد اور عورتیں ہیں اور چونکہ 'لا نہی' موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے۔اس کا مادہ 'ق ر ب' ہے اور یہ کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ ''قربت'' کی طلب ہمیشہ خواہش، ارادے اور رضا و رغبت کے زیر اثر ہوتی ہے۔اور اس خواہش سے بچنے کیلئے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے کہا کہ اپنی شرم گاہوں (فروج) کی حفاظت کریں۔ اور اپنی حفاظت کرنا ایک اختیاری فعل ہے۔لیکن جیسے انتہائی خواہش کے باوجود کلاشنکوف سے مسلح ایک ڈاکو سے اپنے مال و دولت کی حفاظت نہیں کی جا سکتی بعینہ ویسے ہی طاقت کے استعمال پر کوئی عورت اپنی ''فرج'' کی حفاظت نہیں کر سکتی کہ اسے لاکر میں بند اور نہ ہی تالہ لگا کر راستے کو بند کیا جا سکتا ہے۔زبردستی کئے گئے جنسی فعل کو 'زنا'' قرار دے کر اسے چار گواہوں کی عینی شہادت سے مشروط کرنا قرآنِ مجید کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی اور عورتوں کو اس جبر سے تحفظ دینے سے کیا انکار کے مترادف نہیں؟ کیا یہ جرم 'حد'' کی زد میں آتا ہے کہ اسے بھی چار عینی شہادتوں سے منسلک کر دیا جائے؟ اسلامی ریاست کے تعزیری قوانین کو اس کا احاطہ کرنا چاہیئے۔یہ جرم ایسا ہے جو معاشرے/چند خاندانوں کے مابین فساد کا سبب بن سکتا ہے اس لئے اس کی سزا 'قتل، پھانسی'' بھی مقرر کی جا سکتی ہے اور شہادت کا طریقہ کار طے کیا جا سکتا ہے جس میں میڈیکل/لیبارٹری، DNA ٹسٹ شامل ہوں۔لیکن سبحان اللہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے کہ 'زنا'' کیلئے چار آدمیوں کی آنکھوں کی شہادت کے علاوہ کسی بھی بات کو ثبوت کی حیثیت نہیں دی گئی۔زنا کیلئے گواہی چار انسانوں کی ہے اس لئے سورۃ النور کی ابتدا ہی میں واضح کر دیا کہ جسے ہم نے نازل کیا اسے ہم نے معین و مقرر (ہمیشہ کیلئے) کر دیا ہے۔

چار عینی گواہوں کی شہادت کی عدم موجودگی میں کسی بھی اکیلی عورت پر ''زنا'' کا الزام محض اس بناء پر عائد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ غیر شادی شدہ ہونے کے باوجود حاملہ ہے۔ ''حمل'' کو اس بات کی شہادت اور ثبوت تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عورت ''زنا'' کی مرتکب ہوئی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک عورت حاملہ بن جائے اور اسے یہ معلوم بھی نہ ہو کہ یہ کب اور کیسے ہوا تھا کیونکہ گہری نیند اور بیہوشی میں عدم احساس کی حالت میں بھی کوئی مرد اس کے ساتھ جنسی فعل کر سکتا ہے یا مرد کے مادہ منویہ کو کسی عورت کے جسم کے اندر بغیر جنسی فعل کے سرنج کے ذریعے بھی داخل کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک حاملہ عورت یہ بیان دے کہ اسے نہیں معلوم کہ یہ کیسے ہوا اور یہ کہ وہ جنسی فعل میں ملوث نہیں ہوئی تو اس عورت پر ''زنا'' کا الزام لگانا عظیم بہتان ہوگا۔ وہ عورت بچے کو جنم دے گی تو معاشرے کے کسی فرد کو اس بچے کو انتہائی بیہودہ اور لغو لفظ ''حرامی'' (illegitimate child) کہنے کا حق بھی نہیں ہوگا۔

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَٰهِكُمْ ۖ

''اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے بنایا ہے۔ یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں'' (حوالہ الاحزاب۔۴)

ٱدْعُوهُمْ لِءَابَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ ٱللَّهِ ۚ

''انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو کہ یہی اللہ کے ہاں زیادہ مناسب ہے

فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ فَإِخْوَٰنُكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَمَوَٰلِيكُمْ ۚ

اور (اس لئے) اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں'' (حوالہ الاحزاب۔۵)

اللہ رب العزت کے اس حکم پر غور کریں۔ اس میں عورت کے تقدس، احترام اور عظمت کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم پنہاں ہے۔ قرآنِ مجید سے بہتر ہیومن رائٹس (human rights) کا کوئی علمبردار نہیں۔

زمان میں بعض صاحب اقتدار کو اپنے سیاسی مفادات کے تحفظ اور دوام کی خاطر ایک نیا ''دین'' ایجاد کرنے کا خبط بھی ہوتا ہے۔ ''دین اکبری'' مشہور ہے اور ہمارے ہاں جنرل ضیاء نے حدود آرڈیننس متعارف کرایا تو اس میں تجویز کردہ سزاؤں کو ''حدود اللہ'' کا نام دے دیا۔ قرآنِ مجید نے سزاؤں کے حوالے سے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ ''اللہ کی حدیں'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورت کے حقوق کی پاسداری کیلئے جو احکامات دیئے انہیں تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ''یہ اللہ کی حدیں ہیں'' قرار دیا گیا ہے۔ ان تمام آیات مبارکہ کو نیچے درج کر دیا ہے جہاں ''حدود اللہ'' کا تعین فرمایا گیا جن کے مطالعہ سے ہر کوئی با آسانی فیصلہ کر سکتا ہے کہ کسی آرڈیننس کو کیا حدود آرڈیننس کہا اور تسلیم جا سکتا ہے؟

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ
لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ
فَٱلْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا۟ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ
يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا۟
ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَـٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَـٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَـٰجِدِ ۗ تِلْكَ
حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ ءَايَـٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

تمہارے لئے روزوں کی رات کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کیا جاتا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اپنے ساتھ خیانت کرتے رہے ہو سو اس نے تمہاری طرف توجہ کی ہے اور تمہیں معاف کر دیا ہے۔ اب ان سے حقوق زوجیت ادا کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اس کے خواہش مند رہو۔ اور کھاؤ اور پیو (اس وقت تک) جب تم پر صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے واضح ہو جائے پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ مگر جب تم مساجد میں اعتکاف میں ہو تو حقوق زوجیت ادا نہ کرو۔
یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ اس طرح اللہ لوگوں پر اپنے احکام واضح کرتا ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں'' (البقرۃ۔۱۸۷)

ٱلطَّلَـٰقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَـٰنٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن
تَأْخُذُوا۟ مِمَّآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ شَيْـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ
أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا ٱفْتَدَتْ بِهِۦ ۗ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ
فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴿٢٢٩﴾

''طلاق (شادی شدہ جوڑے کی زندگی میں) دو بار ہے۔ پھر دستور کے مطابق روک لینا ہے یا دستور کے مطابق چھوڑ دینا ہے۔ اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ اس میں سے جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو کچھ بھی واپس لو سوائے اس جوڑے (یعنی خاوند بیوی) کے جن دونوں کو ڈر ہو کہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ اور اگر تم لوگوں کو ڈر ہو کہ کوئی خاوند بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اس خاوند بیوی پر (اس بات میں) کوئی حرج، مذائقہ نہیں کہ اس کیلئے عورت فدیہ میں کچھ واپس دے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔
اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں'' (البقرۃ۔۲۲۹)

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَآ
أَن يَتَرَاجَعَآ إِن ظَنَّآ أَن يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِۗ وَتِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَعۡلَمُونَ ﴿٢٣٠﴾

''پھر اگر اُس بیوی کی خواہش اور فدیہ دینے پر خاوند نے بیوی کو طلاق دی تھی تو اس کے بعد وہ (عورت) اس کے لئے حلال نہیں ہے اس وقت (یہاں) تک کہ وہ اس خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے (اب دوسرے کی منکوحہ ہونے کی بنا پر اِس مرد کیلئے حلال نہیں)۔ پھر اگر وہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دے دے تو ان دونوں (عورت اور اس کا پہلا خاوند) پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں بندھن کر لیں بشرطیکہ دونوں خیال کریں کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔ اور یہ ہیں اللہ کی حدیں جنہیں سمجھنے والوں کیلئے واضح کرتا ہے'

(جنہوں نے نہیں سمجھنا ان کیلئے واضح ترین باتوں کو مبہم کہنے میں عار نہیں اور ان کا اشتباہ ختم ہونے ہی کو نہیں آتا) (البقرۃ۔۲۳۰)

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ
ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةً فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ
وَٰحِدٍ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٌۚ فَإِن لَّمۡ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٌ
وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُۚ فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخۡوَةٌ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُۚ مِنۢ بَعۡدِ
وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍۗ ءَابَآؤُكُمۡ وَأَبۡنَآؤُكُمۡ لَا تَدۡرُونَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ لَكُمۡ
نَفۡعًاۚ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾

''تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں اللہ حکم کرتا ہے: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اگر (مرحوم کی) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو ادھا ترکہ اسے دیا جائے۔ اور اگر مرحوم صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے۔ اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے اور اگر مرحوم کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حقدار ہوگی۔ یہ سب حصے اس قت نکالے جائیں گے جبکہ وصیت جو مرحوم نے کی ہوگی پوری کردی جائے اور جو ادھار اس پر ہو وہ ادا کر دیا جائے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہیں۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور سب مصلحتوں کو جاننے والا ہے

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَٰجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ
لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ
ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ
مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَٰلَةً
أَوِ ٱمْرَأَةٌ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا ٱلسُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوٓا۟ أَكْثَرَ مِن
ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ ۚ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ
مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا ادھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں لیکن اولاد ہونے کی صورت میں ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کر دی جائے اور جو ادھار یا قرضہ ان کے ذمہ ہو ادا کر دیا جائے۔ اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حقدار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔ اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے جبکہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور جو قرض میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خو ہے"

تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن
تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ
وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾

"یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی بات مانے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے پائیں نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اسے اللہ تعالیٰ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے رسوا کن سزا ہے" (النساء۔۱۱۔۱۴)

ٱلتَّـٰٓئِبُونَ ٱلۡعَـٰبِدُونَ ٱلۡحَـٰمِدُونَ ٱلسَّـٰٓئِحُونَ ٱلرَّٰكِعُونَ ٱلسَّـٰجِدُونَ ٱلۡأَمِرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَٱلنَّاهُونَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡحَـٰفِظُونَ لِحُدُودِ ٱللَّهِۗ وَبَشِّرِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿١١٢﴾

''وہ مومن مرد توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، پسندیدہ باتوں کی تلقین کرنے والے، ناپسندیدہ باتوں سے منع کرنے والے، اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور (آپ ﷺ) ان مومنوں کو خوشخبری دیں'' (التوبہ۔۱۱۲)

وَٱلَّذِينَ يُظَـٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمۡ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُواْ فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۚ ذَٰلِكُمۡ تُوعَظُونَ بِهِۦۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٣﴾ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۖ فَمَن لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ فَإِطۡعَامُ سِتِّينَ مِسۡكِينًاۚ ذَٰلِكَ لِتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۚ وَتِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِۗ وَلِلۡكَـٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیں بعدازاں اپنے کہے سے پلٹیں تو ایک غلام کو آزاد کیا جائے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں۔ اس سے تمہیں نصیحت ہوگی۔ اور اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ نہ پائے وہ دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں۔ اور جو یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ یہ اس لئے کہ تم اللہ اور رسول پر ایمان رکھو۔ اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں۔ اور انہیں ماننے سے انکار کرنے والوں کو عذاب ہوگا'' (المجادلة۔۳۔۴)

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا طَلَّقۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحۡصُواْ ٱلۡعِدَّةَۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ رَبَّكُمۡۖ لَا تُخۡرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ إِلَّآ أَن يَأۡتِينَ بِفَـٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍۚ وَتِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهُۥۚ لَا تَدۡرِي لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذَٰلِكَ أَمۡرًا ﴿١﴾

''اے نبی (ﷺ)! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دیتے ہو تو یہ طلاق انہیں ان کی متعین عدت کیلئے دو اور عدت کو تم خاوند شمار کرو''

اور اپنے رب اللہ سے ڈرو'' ان مطلقہ بیویوں کو اُن کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ مطلقات خود نکلیں

سوائے اگر وہ بے حیائی کی جانب آئیں

اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے''

(اُن کے گھروں سے مت نکالو) تو نہیں جانتا کہ شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے'' (الطلاق۔۱)

ان آیات مبارکہ کے مطالعہ کے بعد جن میں اللہ تعالیٰ کی حدوں کا ذکر ہے ہر کسی کی اپنی صوابدید ہے کہ فیصلہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت اُن تمام باتوں کو حدیں بنایا ہے جن میں عورت کے حقوق کی پاسداری کا پہلو نمایاں ترین ہے اور مومن کی صفت ہے کہ ان حدود کی حفاظت کرتا ہے۔ مرد وہ ہے جو عورت کے حقوق کی پاسداری کرے کیونکہ ''مرد عورتوں پر قَوَّامُونَ (محافظ) ہیں'' (النساء۳۴)

قرآنِ مجید سے، ہم ٱلْفَوَٰحِشَ کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس موضوع پر قرآنِ مجید کی ایک اور آیت مبارکہ بھی ہے لیکن اس کے ضمن میں اکثر کتب تفاسیر میں تفسیر القرطبی، الجلالین، ابن کثیر سے لفظ بلفظ مواد اٹھا کر بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کی نفی کرنے کیلئے دہراتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو قرآن مجید تک محدود رکھیں گے۔ ارشاد فرمایا

ٱلْخَبِيثَٰتُ لِلْخَبِيثِينَ وَٱلْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَٰتِ

''خبیثات خبیثین کیلئے۔ اور خبیثین خبیثات کیلئے ہیں''

وَٱلطَّيِّبَٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَٱلطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَٰتِ

''اور طیبات طیبین کیلئے ہیں۔ اور طیبین طیبات کیلئے ہیں'' (حوالہ النور۔۲۶)

اَلْخَبِیْثٰتُ، خَبِیْثِیْنَ کا مادہ ''خ ب ث'' ہے اور یہ طَیِّبٰتِ کی ضد ہے جس کا مادہ ''ط ے ب'' ہے۔ ''خبیث کے معنی گندے، گھناؤنے اور مکروہ کے ہیں خواہ وہ کھانے پینے کی چیزوں میں ہو یا کلام میں یا افعال میں یا عقائد و خیالات میں'' (تاج و محیط)

طَیِّبٰتِ مادہ 'ط ے ب' کے اصل معنی جناب راغب نے اس چیز کے بتائے ہیں جس سے انسان کے حواس بھی لذت یاب ہوں اور نفس بھی۔

قرآنِ مجید کے الفاظ کے معنی اور مفہوم سمجھنے کیلئے ارباب لغت کی محنت سے استفادہ کرتے ہوئے خود بھی کچھ محنت کرنی چاہئے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ

''اے لوگو! زمین میں جو حلال چیزیں (تمہیں مرغوب اور تمہارے لئے) طیب ہیں انہیں کھاؤ۔

اور شیطان کے (بہکاوے میں آکر اس کے) نقش قدم پر مت چلو'' (حوالہ البقرہ۔۱۶۸)

وَكُلُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلًا طَيِّبًا

''اور اللہ نے جو حلال اور طیب رزق دیا ہے وہ کھاؤ'' (حوالہ المائدہ۔۸۸)

فَكُلُوا۟ مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَٰلًا طَيِّبًا

''اب جو غنیمت تم نے لے لی ہے اس حلال اور طیب کو کھاؤ'' (حوالہ الانفال۔۶۹)

اللہ تعالیٰ نے زمین کی صرف ان چیزوں (نباتات، غلہ، پھل) کو کھانے کے لئے کہا ہے جو حَلَٰلًا طَيِّبًا ہوں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ وَٱشْكُرُوا۟ لِلَّهِ

'اے ایمان والو! ہمارے عطا کردہ رزق میں سے جو چیزیں (تمہارے لئے) طیب ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو' (حوالہ البقرۃ ۱۷۲)

یہی نصیحت بنی اسرائیل کو بھی کی گئی تھی كُلُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقۡنَٰكُمۡ (حوالہ البقرۃ۔۵۷،الاعراف۔۱۶۰،طٰہٰ۔۸۱)۔

يَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمۡۖ قُلۡ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ

''وہ آپ (ﷺ) سے پوچھتے ہیں کہ ان کیلئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ (ﷺ) انہیں بتائیں

''تمہارے لئے طیبات کو حلال کیا گیا ہے'' (المائدہ۔۴)

ٱلۡيَوۡمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُۖ

''آج تمہارے لئے طیبات کو حلال کیا گیا ہے'' (حوالہ المائدہ۔۵)

طیب چیزیں حلال ہیں تو حرام کیا ہیں؟ واضح فرمایا کہ جو لوگ رسول کریم، ٱلنَّبِيَّ ٱلۡأُمِّيَّ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں

وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ

''اوران کیلئے وہ (رسول کریم ﷺ) طیبات کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبائث کوان کیلئے حرام ٹھہراتے ہیں'' (حوالہ الاعراف۔۱۵۷)

طیب اور خبیث ایک دوسرے کی ضد ہیں۔اوران میں فرق اور پہچان کیا ہے؟

وَٱلۡبَلَدُ ٱلطَّيِّبُ يَخۡرُجُ نَبَاتُهُۥ بِإِذۡنِ رَبِّهِۦۖ

''اور طیب بستی (زمین) اپنے رب کے حکم سے فصلیں پیدا کرتی ہے

وَٱلَّذِي خَبُثَ لَا يَخۡرُجُ إِلَّا نَكِدٗاۚ

اور جو ناقص (خبیث) ہوتی ہے وہ سوائے نکمی، بیکار چیزوں کے کچھ پیدا نہیں کرتی'' (حوالہ الاعراف۔۵۸)

طیب زمین سے فرحت اور منفعت بخش فصلیں پیدا ہوتی ہیں اور خبیث زمین سے بیکار شئے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

طیب اور خبیث کے معنی اور مفہوم اس مثال سے واضح ہیں

مَثَلٗا كَلِمَةٗ طَيِّبَةٗ كَشَجَرَةٖ طَيِّبَةٍ

''(کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے) طیب کلمہ (سچا وعدہ، علم پر مبنی بات) کی مثال کیسے دی ہے۔جیسے ایک پاکیزہ درخت

أَصۡلُهَا ثَابِتٞ وَفَرۡعُهَا فِي ٱلسَّمَآءِ

جس کی جڑ مضبوط و محکم ہے اور جس کی شاخ آسمان میں پھیلی ہو

تُؤْتِيٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ

جواپنے رب کے حکم سے اپنے پھل ہمیشہ وقت پر لائے''

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ

(اس کے برعکس)''اور خبیث کلمہ (جھوٹا وعدہ، جھوٹی، لغو، تخیلاتی بات) کی مثال ایسی ہے جیسے خبیث درخت

ٱجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ ٱلْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ۝

جو زمین کے اوپر اس طرح کھڑا پڑا ہو کہ اسے ٹھہراؤ (قرار) نہ ہو'' (حوالہ ابراہیم ۲۴-۲۶)

(عدم قرار کی زد ''سکون'' ہے۔ بیوی کو باعث سکون قرار دیا گیا ہے)۔ لفظ كَلِمَةٍ جو کہ مؤنث ہے اس کا مادہ ''ک ل م'' ہے اس کے معنی ایک بات، ایک جملہ یا ایک قصیدہ، یا ایک خطبہ ہیں۔ قرآنِ مجید میں كَلِمَةٍ کہی ہوئی بات، دیئے ہوئے قول اور زبان، عہد، کئے ہوئے فیصلے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ ''طیب کلمہ کی مثال ایسے ہے جیسے طیب شجر جس کی جڑ جمی ہوئی، قائم و دائم ہو''۔ طَيِّبَةً، طَيِّبَةٍ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے، شَجَرَةٍ بھی واحد مؤنث ہے اور ضمیر ''ھا'' بھی مؤنث واحد کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ ''ثابت'' کا مادہ ''ث ب ت'' ہے جس کے معنی ثابت، ایک حالت پر جمے رہنا ہے۔ ابن فارس نے کہا کہ اس کے بنیادی معنی دوام شئے کے ہوتے ہیں۔ ایسی شئے جو رائیگاں نہ جائے بلکہ نتیجہ خیز اور بارآور ہو طیب کلمہ وہ ہے جس کی بنیاد علم پر ہو۔ اسے دوام ہے۔ اسے ثبات ہے اور زمان کی گزرگاہ میں ہمیشہ فائدہ مند۔ اور اس کے مقابل خبیث کلمہ وہ ہے جو علم کی بنیاد پر بیان نہیں یعنی محض تخیل ہے اس لئے اسے ثبات و قرار نہیں۔ مثال کے متعلق فرمایا

وَيَضْرِبُ ٱللَّهُ ٱلْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ ''اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ یاد رکھ سکیں (نصیحت لیں)'' (حوالہ سورۃ ابراہیمؑ-۲۵)۔ مثال محسوس حوالے سے ہوتی ہے۔ يَتَذَكَّرُونَ کا مادہ ''ذ ک ر'' ہے اور اس کے معنی کسی چیز کو محفوظ کر لینا ہیں۔ کسی بات کا دل میں حاضر کر لینا۔ یہ بھولنے (ن س ی) کی ضد ہے۔ انسان کی یاداشت میں کسی بھی شئے کے محفوظ ہونے کی بنیادی وجہ دوسری شئے سے مماثلت اور فرق ہے۔ اور یاداشت میں محفوظ کسی شئے کو وہاں سے نکالا نہ جا سکے تو یہ بھولنا کہلاتا ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ طیب کلمہ پر ثابت قدم رہتا ہے اور یہی ''قول ثابت'' ہے جسے زمان، دنیا اور آخرت میں ثبات ہے کہ اس کی بنیاد علم ہے گمان اور تخیل نہیں۔

طَيِّبَةٍ کے معنی اور مفہوم اس شئے کے ہیں جو راحت بخش ہو، سکون، خوشی اور طمانیت کا باعث ہو۔ سورۃ یونس کی آیت ۲۲ میں انسان کو پیش آنے والا تجربہ بتایا ہے

حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُواْ بِهَا

''یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ لوگوں کو خوشگوار ہوا کے ساتھ لئے پھرتی ہیں اور اس سے وہ خوش ہوتے ہیں''

طیب ہوا باعث فرحت ہے۔ اور اس کے برعکس جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ ''کہ انہیں تند و تیز ہوا آن لیتی ہے''۔ اور یہ ان کے سکون وطمانیت کو ختم کر کے اس خیال اور یقین کو جنم دیتی ہے کہ ادھر اُدھر لڑھکیں گے۔ مَسَٰكِنَ طَيِّبَةً جنت میں عطا کی گئی رہائش گاہوں کو کہا گیا ہے (حوالہ التوبہ ۷۲، الصف۔ ۱۲)۔ انکی خصوصیت بتائی لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ ''انہیں وہاں کوئی تکان، مشقت، ابتلاو آزمائش، افسردگی نہ پہنچے گی''۔ (حوالہ سورۃ الحجر۔ ۴۸)۔ اور اہل جنت ان مساکن طیبہ کیلئے اظہار شکر کریں گے

ٱلَّذِىٓ أَحَلَّنَا دَارَ ٱلْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِۦ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ۝٣٥

'جو اپنے فضل سے ہمیں ہمیشگی کے مقام میں لے آیا ہے، یہاں ہمیں نہ افسردگی ہوتی ہے اور نہ ہمیں احساس تکان ہوتا ہے (فاطر ۳۵)

اشیاء اور اقوال کے حوالے سے تو طیب اور خبیث کے معنی ان آیات کے مطالعہ سے انتہائی واضح طور پر ہمارے ادراک میں آجاتے ہیں لیکن عمل کونسا خبیث ہے اور کون سا طیب ہے؟ مردوں میں خبیث کون ہے اور طیب کون؟ عورتوں میں سے خبیثہ کون ہے اور طیب کون؟ جس مرد اور عورت کا عمل خبیث ہے وہی خبیث اور خبیثہ ہے اور جس مرد عورت کا عمل طیب ہے وہی طیب ہے۔ ہم پڑھ آئے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی قوم نے بنی نوع انسان کو زیر ناف معاملات میں حدوں سے تجاوز کرنے کے ایک بیہودہ، غلیظ اور ناپاک انداز فحاشی سے متعارف کرایا تھا اور انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جنسیات کو ایک اجتماعی عیاشی کے قالب میں بھی ڈھال دیا تھا۔ کھلے عام سب کچھ کرتے تھے وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ''اور تم دیکھتے ہو''۔ تُبصِرُونَ (ب ص ر) مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر ہے (حوالہ النمل۔ ۵۵)۔ وَتَأْتُونَ فِى نَادِيكُمُ ٱلْمُنكَرَ ''اور اپنی محفلوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو'' (حوالہ العنکبوت۔ ۲۹)۔

اللہ رب العزت نے ان کی اس روش اور عمل کو ٱلْخَبَٰٓئِثَ قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلُوطًا ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَٰهُ مِنَ ٱلْقَرْيَةِ ٱلَّتِى كَانَت تَّعْمَلُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ

''اور لوط (علیہ السلام) کو ہم نے قوت فیصلہ اور علم دیا اور اُسے اس بستی سے نجات دی جو خبیث اعمال کرتی تھی'' (حوالہ الانبیاء۔ ۷۴)

ان کے خباثتوں پر مشتمل کون سے اعمال تھے وہ ہم پڑھ چکے ہیں اور جانتے ہیں۔ ان کے اعمال خبیث تھے اس لئے ان اعمال پر کاربند لوگ مرد اور عورتیں خبیث اور خبیثہ تھے۔ انسان ارادے اور اختیار کا مالک ہے۔ اس کے عمل میں دانستگی کا پہلو اور عنصر غالب ہوتا ہے۔ اور اسی کا تقاضا ہے کہ انسان کے پاس اس سے سرزد ہونے والے عمل کیلئے کوئی جواز اور دلیل ہونی چاہئے وگرنہ انسان کے اعمال اور جانور کے کام میں تمیز کرنے کیلئے کوئی پیمانہ میسر نہیں۔ (یاد رہے جانوروں کے اعمال نہیں ہوتے)

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ أَخۡرِجُوهُم مِّن قَرۡيَتِكُمۡۖ إِنَّهُمۡ أُنَاسٞ يَتَطَهَّرُونَ ٨٢

''اوران کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ سوائے ایک دوسرے سے یہ کہنے کہ انہیں (لوط علیہ السلام اور ایمان والوں کو) اپنے شہر سے نکال دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مطہر رہنا چاہتے ہیں'' (الاعراف۔۸۲)

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ أَخۡرِجُوٓاْ ءَالَ لُوطٖ مِّن قَرۡيَتِكُمۡۖ إِنَّهُمۡ أُنَاسٞ يَتَطَهَّرُونَ ٥٦

''پھر ان کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ سوائے ایک دوسرے سے یہ کہنے کہ آلِ لوط (ایمان لانے والے) کو اپنے شہر سے نکال دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مطہر (بڑے پاک صاف) رہنا چاہتے ہیں'' (النمل۔۵۶)

اور لوط علیہ السلام کو ادب وعقیدت سے جھکی ہماری نگاہوں کے ساتھ ہر لمحہ سلام ہو جنہوں نے اپنی قوم کو بتایا تھا کہ جنسی حوالے سے اطہر، پاکیزہ صرف اور صرف بیوی ہے۔ عورت کو نکاح کے مقدس حصار میں لے کر حُبِ شہوت کی تسکین کیلئے جنسی فعل کرنا مطہرین کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کا قول بتایا قَالَ يَٰقَوۡمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطۡهَرُ لَكُمۡۖ ''انہوں نے کہا ''اے لوگو! میری جو بیٹیاں ہیں تمہارے لئے وہ اطہر (پاکیزہ) ہیں'' (حوالہ ھود۔۷۸)۔ لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کو ہمارا سلام ہو۔ جنتیوں کی بیویوں کو أَزۡوَٰجٞ مُّطَهَّرَةٞ کہا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں اطہر، طہارت کے مقابل، ضد ''رِجۡزَ'' اور ''رِجۡسَ'' آئے ہیں (حوالہ الانفال۔۱۱، الاحزاب۔۳۸)۔ رِجۡسٌ کے بنیادی معنی اختلاط اور التباس کے ہیں۔ گندگی، غلاظت کو بھی رجس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لتھڑ اور چپک جاتی ہے۔ تعفن اس کی خاصیت ہے۔ کھانے پینے کی جن چیزوں کو حرام کہا گیا ہے انہیں بھی رِجۡسٌ قرار دیا ہے (حوالہ الانعام۔۱۴۵)۔ اور جو حرام اور رجس بتایا گیا ہے اسے ٱلۡخَبَٰٓئِثَ قرار دیا گیا ہے اور جو کچھ لوط علیہ السلام کی قوم کے انکار کرنے والے لوگ کرتے تھے ان کے اس مخلوط اور اجتماعی گندے عمل کو بھی ٱلۡخَبَٰٓئِثَ قرار دیا گیا ہے۔

قرآنِ مجید کے طیب اور خبیث کے متعلق اس قدر دوٹوک اور واضح بیان کی موجودگی میں ہمارے سمجھنے اور ادراک کیلئے کوئی پیچیدگی نہیں کہ اس فرمان میں کیا بتایا گیا ہے ٱلۡخَبِيثَٰتُ لِلۡخَبِيثِينَ وَٱلۡخَبِيثُونَ لِلۡخَبِيثَٰتِۖ ''خبیثات خبیثین کیلئے ہیں۔ اور خبیثین خبیثات کیلئے ہیں'' وَٱلطَّيِّبَٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَٱلطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَٰتِۚ ''اور طیبات طیبین کیلئے ہیں۔ اور طیبین طیبات کیلئے ہیں'' (حوالہ النور ۲۶)۔ اشیاء، اقوال اور جنسی اعمال کے حوالے سے طیبات حلال ہیں اور خبائث حرام۔ اللہ تعالیٰ اور آقائے نامدار ﷺ کا یہی حکم ہے۔ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ ''اور ان کیلئے وہ (رسول کریم ﷺ) طیبات کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبائث کو ان کیلئے حرام ٹھہراتے ہیں''۔ خبائث میں مبتلا افراد

(مرد اور عورت) وہ ہیں جو ہم جنس پرستی، اجتماعی جنسی مشاغل اور دونوں جنسوں میں جنسی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہر وہ جنسی انداز جسے ''اطہر'' نہیں کہا گیا خبیث ہے۔

خبیثات اور خبیثین (خبیث عورت اور مرد) کے متعلق سمجھنے میں اگر ابھی بھی کچھ تشنگی ہے تو کچھ مزید پڑھ لیتے ہیں۔ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا

وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾

''اور تمہارے رب نے جو بیویاں تمہارے لئے پیدا کی ہیں انہیں چھوڑ دیتے ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ تم (عَادُوْنَ) حد سے نکلنے والے لوگ ہو''۔ (سورۃ الشعراء۔۱۶۶)

قرآنِ مجید میں عَادُوْنَ صرف تین بار آیا ہے۔ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے عمل کی بناء پر قوم عَادُوْنَ کہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے متعلق بتایا ہے کہ وہ عَادُوْنَ میں شمار ہوں گے وہ یہ ہیں: (دونوں سورتوں کی ان تین آیات کے الفاظ من وعن ایک جیسے ہیں)

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٧﴾

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾

''اور وہ اپنی فروج (genitalia) کیلئے حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی ازواج کے یا (جنہوں نے قیدی عورت سے نکاح کیا ہو) اس ایک جنگی قیدی (ملازم) عورت کے ساتھ جو ان کے پاس ہیں۔ اس سبب سے بیشک یہ وہ ہیں جن پر کوئی ملامت نہیں۔

مگر جس نے اس ایک طریقہ (ذریعے) کے علاوہ ڈھونڈا، وہ عَادُوْنَ (حد سے نکلنے والے) ہیں'' ((المومنون۔۵۔۷، المعارج۲۹۔۳۱)

طیب افراد (مرد اور عورت) وہ ہیں جو جنسی فعل کیلئے ''اطہر'' صرف منکوحہ ازواج (خاوند بیوی) کو سمجھتے ہیں اور جو اسے تنہائی میں، اور گھر کے دوسرے افراد پر تنہائی میں مخل ہونے پر پابندی لگانے کے بعد، پورے تقدس سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے سرانجام دیتے ہیں۔ اس ایک جنسی انداز کے علاوہ جنسیات سے متعلق ہر عمل الْخَبَـٰٓئِثَ میں شمار ہوگا اور اگر ایک مرد اور عورت غیر منکوحہ ہوتے ہوئے باہمی رضامندی سے خاوند بیوی کے انداز میں جنسی عمل کریں تو وہ زنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کی سزا مقرر کر دی ہے اور فحاشی (بشمول عورت کے ساتھ زبردستی کیا گیا جنسی فعل، Rape) کے مختلف انداز کی سزا تعزیری قوانین کے ذریعے معاشرہ مقرر کرے۔

ابلیس کا حربہ فحاشی کی ترغیب دینا ہے۔ الفواحِشَ سے ڈھال یہ ہے

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ

''بیشک نماز فحاشی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے'' (حوالہ العنکبوت ۴۵)

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلشَّهَوَٰتِ

''پھر ان کے بعد ان کی جگہ وہ لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ظائع کر دیا اور (میلی جنسی) خواہشوں کے پیچھے چل پڑے'' (حوالہ مریم۔۵۹)

اور جن لوگوں کے متعلق یہ بتایا ہے ''اور وہ اپنی فروج (genitalia) کیلئے حفاظت کرنے والے ہیں'' وہ درحقیقت کون ہیں؟ ان کے متعلق یہ بتایا ہے

قَدْ أَفْلَحَ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ ٱلَّذِينَ هُمْ فِى صَلَاتِهِمْ خَـٰشِعُونَ ﴿٢﴾

''وہ مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں'' (المومنون۔۱۔۲)

وَٱلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾

''اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت (ہمیشہ پابندی) کرتے ہیں''۔ (المعارج۔۳۴)

حیات و موت اور کائنات کی تخلیق کا مقصد یہ دیکھنا اور ظاہر کرنا ہے کہ ہم میں سے کون أَحْسَنُ عَمَلًا عمدہ عمل کرتا ہے۔ اس امتحان میں نمایاں (distinction) سو نمبروں کے ساتھ کامیابی کیلئے اللہ رب العزت کے اس فرمان کو جو ہمارے لئے اب آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کا فرمان بھی ہے اپنی یادداشتوں میں نقش کر لیں:

قُل لَّا يَسْتَوِى ٱلْخَبِيثُ وَٱلطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ ٱلْخَبِيثِ

''آپ (ﷺ) بتادیں ''خبیث اور طیب کبھی ایک جیسے نہیں ہوتے اگرچہ خبیث کی کثرت تمہیں حیران کردے۔

فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَـٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَـٰبِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

اس لئے اے دانا و بینا لوگو! اللہ سے ڈرو تا کہ کامیابی پاؤ'' (المائدہ۔۱۰۰)